اسلام کے
نظریۂ سماع
و ابلاغ کا
مختصر تعارف

میڈیا، اسلام اور ہم

ڈاکٹر سید محمد انور

میڈیا، اسلام اور ہم

ڈاکٹر سید محمد انور



www.emel.com.pk

Media, Islam aur Ham
Author: Dr. Syed Mohammad Anwer
Publisher: Emel Publications

نام کتاب : میڈیا اسلام اور ہم
مصنف : ڈاکٹر سید محمد انور
ایڈیشن : اوّل 2016
ناشر : ایمل پبلیکیشنز۔اسلام آباد www.emel.com.pk
ISBN : 978-969-9556-????

تقسیم کنندہ : ایمل پبلیکیشنز۔ ۱۲، سیکنڈ فلور، مجاہد پلازہ، بلیو ایریا، اسلام آباد۔ فون: 92-51-2803096

قیمت : **420/=** روپے

پاکستان بھر سے براہ راست منگوانے کے لیے 0342-5548690 پر کال یا SMS کریں۔

فہرست مضامین

122

حصہ چہارم: پس چہ باید کرد

حرفِ آغاز

میڈیا ہماری زندگی کی وہ مجازی (Virtual) حقیت ہے جو کہ ہماری زندگی پر اس دور میں سب سے زیادہ اثر انداز ہو رہی ہے یہ اثر مثبت بھی ہے اور منفی بھی۔ معلومات اور خبروں کی فراوانی ان تک بآسانی رسائی، آپس کے تیز رفتار رابطے، یہ سب ایسے پہلو ہیں کہ ان کی افادیت سے انکار کیا جاسکتا ہے نہ اس سے مفر ممکن ہے۔ میڈیا ہماری زندگیوں کا ایک جزو لاینفک بن چکا ہے۔

میڈیا سے متعلق ایک اہم بات کی وضاحت ابتدا میں کردینی چاہیے اور وہ یہ کہ میڈیا کو ہر صورت میں آزاد ہونا چاہیے۔ اگر میڈیا آزاد نہیں ہے تو یوں سمجھیں کہ اس کی روح نہیں ہے۔ میڈیا کی آزادی ہی اس کی خوبصورتی اور اسکی طاقت ہے اگر آزادی نہیں تو اس کی افادیت بھی کم ہوجاتی ہے بلکہ کلی طور پر زائل بھی ہوسکتی ہے۔ میڈیا کی آزادی ہی ہم کو اس میں موجود معلومات اور خبروں سے اتفاق یا اختلاف کا موقع دیتی ہے۔ ایسا ہی ایک حقِ اختلاف اس کتاب کی تحریر کا باعث ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ میڈیا میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ ہمارے مزاج یا ہمارے عقائد ونظریات سے متصادم ہوتی ہیں۔ ہمارے سیاسی نظریات کے خلاف ہوتی ہیں، ہمارے معاشی مفادات سے متصادم ہوتی ہیں، ہمارے معاشرتی نظام سے متصادم ہوسکتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس تصنیف کا ایک پہلو ان نظریات کو بیان کرنا ہے جو کہ میڈیا میں ہمارے دین اسلام کے خلاف نشر ہو رہے ہیں۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے ایسی باتیں

کرنا مفید ہوں گی اور کچھ کو ان سے تکلیف ہوگی اور جن کو تکلیف ہوگی ان کو ان باتوں سے اختلاف کا حق ہے اور ان کا تدارک کرنا ان کا فریضہ ہے۔ وہ باتیں جن کو بطور مسلمان سن کر، دیکھ کر یا پڑھ کر دکھ ہوتا ہے اور دل کُڑھتا ہے۔ غصّہ آتا ہے۔ بے بسی کا احساس ہوتا ہے، کبھی اسلام کے متعلق اپنے ہی لوگوں کے تبصرے سن کر ان لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کا جی چاہتا ہے کبھی دشمنان اسلام کی کھلی سازش نظر آرہی ہوتی ہے لیکن بے بسی کے سبب اپنا خون کھولانے کے علاوہ کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وہ کیفیت ہے جو اس کتاب کی تصنیف کا بنیادی محرک ہے، لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ بھی مذکورہ بالا بیان کردہ ذہنی اور جذباتی کیفیت سے گزرتے ہوں یہ ان کے لئے لکھی گئی ہے۔ میڈیا ایک اتنی بڑی اور طاقتور حقیقت ہے کہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا کسی کے اختیار میں نہیں۔ میڈیا کی دنیا ایک وسیع سمندر ہے جس پر قابو پانا تو ناممکن ہے لیکن ایسی کوشش کرنا بھی حماقتِ محض ہے۔ اس سمندر میں زندہ رہنے کے لئے اور اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے اولاً یہ لازمی ہے کہ ہمیں اس کی وسعت اور گہرائی کا صحیح اندازہ ہو۔ ہم اس کے ممکنہ خطرات سے واقف ہوں۔ کہاں کہاں، کیسی کیسی بلائیں اس میں پوشیدہ ہیں ان کا ہمیں ادراک ہو۔ اس میں چلنے کے راستے اور اپنی سمت درست رکھنے کا طریقہ ہمیں آتا ہو۔ اس کے مدّوجزر پر ہماری نظر ہو۔ اس میں چلنے والی ہواؤں کی ہمیں سمجھ ہو۔ ان کے مضر اثرات سے بچنے کے طریقے ہمیں آتے ہوں اور ہمیں معلوم ہو کہ ان کو اپنے فائدے کے لیے کیسے استعمال کرنا ہے یہ سمندر اس کی موجیں اس کی ہوائیں اور طوفان ہماری مرضی کے طابع ہو جائیں گے یہ خیالِ عبث ہے البتہ ہم اپنی کشتی اس صورت میں مستحکم اور سالم کیسے رکھ سکتے ہیں اور اسے حالات کے تندو تیز طوفان سے نکال کر کنارے پر کیسے لے جاسکتے ہیں۔ یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب جب ہم سمندر کی اصل حقیقت اور ان قوانین طبیعات سے کما حقہ آگاہ ہوں جو اس بحرِ بے کراں میں کارفرما ہیں اور اس کتاب کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میڈیا کے سمندر میں جو خطرات موجود ہیں انہیں صحیح طور پر سمجھا جائے اور یہ جانا جائے کہ آیا یہ خطرات کوئی نئے خطرات ہیں جن سے ہم خشکی کے سفر کے دوران دو چار نہیں ہوتے یا وہی پرانے خطرات ہیں لیکن نئی شکل وصورت اور پیراہن میں ہمارے سامنے آئے ہیں کیا قوانین طبیعات (Laws of Physics)

اس سمندر میں بدل گئے ہیں یا وہی ہیں جو ازل سے چلے آرہے ہیں۔

اس کتاب کا مقصد میڈیا پر تنقید محض ہرگز نہیں جیسا اوپر کہا جاچکا ہے کہ میڈیا پر تنقید ایک لاحاصل چیز ہے۔ میڈیا کی دنیا میں ہر شخص آزاد ہے، ہر شخص کے اپنے اپنے مقاصد اور مفادات ہیں کوئی کسی کا پابند نہیں ہر ایک نے اپنے مفادات کو دیکھنا ہے اور اپنے مقاصد کو پورا کرنا ہے کسی کو اچھا لگے یا برا، کوئی ان سے متفق ہو یا نہ ہو لہٰذا بطور مسلمان ہمارے مقاصد اور مفادات کو کہاں کہاں اور کیسے کیسے نقصان پہنچ رہا ہے اس کا ادراک ہونا لازمی ہے کہ یہ سمندر کہاں سے کتنا گہرا اور کتنا پُرخطر ہے، کون سا طوفان کتنی طاقت کا ہے اور کس سمت جارہا ہے؟ کون سا برف کا تیرتا ہوا بظاہر چھوٹا سا ٹکڑا دراصل زیر سطح ایک مکمل برف کا پہاڑ (Iceberg) ہے اور کشتی سے ٹکراؤ کی صورت میں پوری کشتی توڑ سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ کتاب صرف درددل رکھنے والے عام مسلمانوں کے لئے اسلام کے حوالے سے لکھی گئی ہے باقی عقائد ونظریات رکھنے والے حضرات بجاطور پر اس سے اتفاق یا اختلاف کرسکتے ہیں۔

مسلمانوں اور اسلام کو ہر دور میں مختلف فتنوں اور چیلینجز کا سامنا رہا ہے دور حاضر اور آئندہ آنے والے زمانہ کو بھی اس سے استثنا حاصل نہیں ہے۔ یہ امر بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام دشمن عناصر ہر دور میں نت نئے حربے اور طریقوں سے اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں اور انسان کی مادی ترقی نے دشمنان اسلام کے ہاتھ میں نت نئے زیادہ دوررس، زیادہ طاقت ور اور زیادہ مہلک ہتھیار دے دیے ہیں۔ فی زمانہ ان حربوں اور ہتھیاروں کی ایک طویل فہرست میں سے میڈیا ایک اہم اور مہلک ترین ہتھیاروں میں سے ایک ہے جو کہ اس کتاب کا مرکزی موضوع ہے۔

ہر چیز کی طرح میڈیا بھی ایک ایسی چیز یا عمل ہے جو کہ از خود اچھا یا برا نہیں بلکہ اس کا استعمال اس بات کا تعین کرتا ہے کہ یہ اچھا یا برا ہے، مفید یا مضر ہے۔ میڈیا کے مفید اثرات اور اس کے فوائد سے کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا لیکن اس کے مضر اثرات اور اس کا غلط استعمال بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

22

میڈیا کو اپنے مفاد میں کیسے استعمال کیا جائے یہ بات تو شاید اس کو استعمال کرنے والا ہر شخص، گروہ یا قوم اپنی اپنی علمی اور عملی استعداد کے مطابق جان سکتا ہے یا جانتا ہو لیکن اس کے، مضر، نقصان دہ اور مہلک اثرات سے کیسے بچا جائے اس کو جاننے کی ضرورت ہر اس شخص کو ہے جو یہ خیال رکھتا ہے کہ میڈیا اس کی زندگی پر کچھ ایسے اثرات ڈال رہا ہے جو کہ غیر مطلوب ہیں لہٰذا میڈیا کے اس پہلو کو بھی اس کتاب میں اجاگر کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں اولین بات یہ ہے کہ بوتل سے نکلے ہوئے اس جن کی اصل ہیئت، اس کی طاقت اور اس کے طریقے کار کو سمجھ لیا جائے اور اس سے بھی ضروری یہ جاننا چاہیے کہ اس جن کی جان کس طوطے میں ہے؟ دشمن سے جنگ کرنے سے قبل یا کسی بھی فتنے کو ختم کرنے کے لئے اس کی اصل طاقت کا صحیح اندازہ لگانا اور اس کے طریقہ کار کا سمجھنا کامیابی کی طرف پہلے قدم کی ضمانت ہو سکتا ہے۔

اس کتاب کو عمومی طور پر مندرجہ ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصے میں ذیلی مباحث ہیں:

حصہ اول:

- فی زمانہ میڈیا ہے کیا؟
- میڈیا کے محرکات اور مضمرات کیا ہیں؟

حصہ دوم

- میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیسے استعمال ہو رہا ہے؟
- آیا یہ میڈیا پر اسلام دشمنی کے کوئی نئے طریقے ہیں؟
- دینِ اسلام کے خلاف استعمال ہونے والے حربے اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟

حصہ سوم:

- قرآن کی نظر میں اسلام کا نظریہ سماع و ابلاغ کیا ہے؟

22

- بطور سامع/ ناظر ایک مسلمان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟
- بحث اور مکالمے کے اصول کیا ہیں؟
- دعوت کے لیے میڈیا کے استعمال کے طریقے کیا ہیں؟

حصہء چہارم:

- یہ حصہ دراصل اپنے ماقبل حصے سوم کی ہی اضافت ہے جس میں قرآن کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ میڈیا کی دنیا میں ہم نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے
- جدید ٹیکنالوجی (Information technology) کے دور میں ابلاغ عامہ کے جو جدید ذرائع ابلاغ ہیں ان میں کون سے اصول کیسے کارفرما ہوں گے نیز اس موقع سے ہم کیا فائدے اٹھا سکتے ہیں۔

پوری تصنیف میں اول تا آخر اس بات پر توجہ دی گئی ہے کہ ہر بات کی دلیل قرآن وحدیث سے دی جائے۔ ہر جگہ قرآنی آیات اپنے مکمل حوالے کے ساتھ دی گئی ہیں۔ ترجمۂ قرآن مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ صاحب کا دیا ہے کیونکہ سلاست اور سلیس زبان ہونے کی وجہ سے یہ ترجمہ بہت زیادہ افادیت کا حامل ہے البتہ اگر کسی بھی مستند عالمِ دین کا ترجمہ قرآن پیش نظر رکھا جائے تو بھی ان شاءاللہ معنی اور مفاہیم پر کوئی فرق نہیں پڑے گا اور ہماری بات مکمل رہے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کاوش کو افادہ عام کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

خاکسار

ڈاکٹر سید محمد انور

26 دسمبر، 2015، اسلام آباد

حصہ اوّل

میڈیا کیا ہے؟

مختصر ترین طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لوگوں تک کوئی بھی خبر یا معلومات پہنچانے کا طریقہ میڈیا کہلاتا ہے یہ معلومات یا خبر، روزمرہ رونما ہونے والے واقعات زندگی کے کسی بھی شعبے سے ہو سکتے ہیں۔ یہ معلومات یا خبریں لوگوں تک پہنچانے کے لئے کئی طریقۂ کار استعمال میں لائے جا سکتے ہیں جیسے: پرنٹ میڈیا یعنی اخبار، جرائد اور کتب وغیرہ کا ذریعہ یا الیکٹرانک میڈیا یعنی ٹی وی، ریڈیو وغیرہ کا ذریعہ اور اب جدید ٹیکنالوجی (Information technology) کے ذرائع یعنی انٹرنیٹ اور سمارٹ فونز وغیرہ کا استعمال شامل ہے۔

موجودہ دور میں ہر قسم کی معلومات کی بھرمار، اس تک رسائی کے سہل طریقے اور افراط ذرائع ابلاغ کی موجودگی کی وجہ سے اس دور کو بجا طور پر ''معلومات کا زمانہ'' یا ''age of information'' کہا جاتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی اس وجہ تسمیہ سے ایک بات اور بھی واضح ہوتی ہے کہ اقوام عالم میں فی زمانہ وہی قوم غالب ہوگی جس کو معلومات کی فراہمی کے طریقے پر دوسروں سے زیادہ قدرت ہوگی۔ جس طرح دھات کے زمانے ''age of metal'' میں وہ اقوام دوسری اقوام پر غالب تھیں جن کو دھاتوں کے استعمال پر زیادہ قدرت حاصل تھی۔ بالکل اسی طرح موجودہ زمانہ میں ''معلومات اور ذرائع ابلاغ'' سے متعلق شعبوں میں جس قوم کو، جتنی قدرت ہوگی اتنی ہی اس کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہوگی۔

22

میڈیا یا معلومات کی دنیا پر بحث شروع کرنے سے قبل ہم مندرجہ ذیل چند نکات واضح کر دینا چاہتے ہیں:

اول: میڈیا اپنی نہاد میں، اپنی بنیاد میں اچھا ہے نہ بُرا۔ یہ ایک امر واقع ہے۔ میڈیا محض معلومات پہنچانے کے طریقہ کار کا نام ہے۔

دوم: میڈیا کا آزاد ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

سوم: مذکورہ بالا دونوں مسلمہ باتوں کے باوجود میڈیا حقیقی طور پر کاملاً آزاد ہوتا ہے اور نہ ہی اچھے اور بُرے ہونے کی تخصیص سے مُبرا ہوسکتا ہے کیونکہ میڈیا پر آنے والی کثیر معلومات یا خبریں کسی کے لئے اچھی اور کسی کے لئے بُری ہوتی ہیں اور اسی طرح میڈیا کی ''آزادی'' بھی اس مخصوص میڈیا کو چلانے والے کی اغراض ومقاصد اور ''آزادی'' کی تعریف کے تابع ہوتی ہیں۔

میڈیا آگ کی مانند ہے

میڈیا ہے کیا؟ یہ ایک طویل موضوع ہوسکتا ہے اور اس پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور موجود بھی ہیں لیکن اگر کم سے کم الفاظ میں کسی شخص کو یہ سمجھانا ہو کے میڈیا کیا ہے؟ تو اس کو یوں سمجھایا جاسکتا ہے کہ ''میڈیا'' ،''آگ'' کی طرح ہے۔ یا ''آگ'' کے مماثل ہے۔ جیسا کہ آگ میں فطری طور پر قدرت نے دو وصف روشنی اور جلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اسی طرح میڈیا کے بھی کچھ بنیادی اوصاف ہیں، کچھ اچھے اور کچھ برے اور باقی اوصاف اسکے طریقہ استعمال پر منحصر ہیں۔

1. میڈیا معاشرے میں روشنی پھیلاتا ہے:

جیسے جہاں آگ جلے گی وہاں روشنی تو ضرور ہوگی اسی طرح میڈیا بھی چاہے جیسا بھی ہو کسی نہ کسی درجہ میں ہمیں معلومات تو بہم پہنچائے گا ہی، بہت سی باتوں سے پردہ اٹھائے گا، بہت سی باتیں ہمارے علم میں لائے گا اور ہماری معلومات میں اضافہ کا باعث بنے گا۔ چاہے اس کا موضوع کچھ بھی ہو۔ میڈیا کی اس

صلاحیت سے انکار ممکن نہیں جیسے آگ سے روشنی نہ ہونا ممکنات میں سے نہیں، یہ اور بات ہے کہ کسی کو آگ کی وہ روشنی چاہیے یا نہیں یا میڈیا کی فراہم کردہ معلومات کی کسی کو ضرورت ہے یا نہیں۔

آگ ماحول کو روشن کرتی ہے، لوگوں کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اس روشنی سے جو فائدہ اٹھانا چاہیں اٹھالیں، کوئی اس روشنی میں بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، کوئی آس پاس سے اپنے مطلب کی چیز تلاش کرسکتا ہے اور کوئی اس سے محض محظوظ ہوسکتا ہے۔ میڈیا بھی خبریں اور معلومات فراہم کر کے لوگوں کو اپنی معلومات میں اضافے کا موقع دیتا ہے۔ اچھے برے کو سمجھنے اور دانائی کی بات جاننے کا موقع دیتا ہے اور لوگوں کی تفریح کا سامان پیش کرتا ہے۔ اب یہ لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ میڈیا ظلمتوں کے دور میں سیاسی اور سماجی اندھیروں میں ڈوبے ہوئے معاشروں میں معلومات کی شمعیں روشن کرتا ہے جو ان ظلمتوں کے خاتمے کا سبب بنتی ہیں۔

2. میڈیا نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے:

آگ کا دوسرا وصف ہے کہ وہ جلاتی ہے اور یوں نقصان دہ ہوسکتی ہے اگر احتیاط نہ برتی جائے، اسی طرح اگر احتیاط نہ برتی جائے میڈیا بھی نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ آگ کے مضر اور نقصان دہ اثرات سب سے زیادہ قابو میں وہی شخص رکھ سکتا ہے جو اسے جلا رہا ہے یا جس کے کنٹرول میں اس کا جلانا بجھانا یا کم زیادہ کرنا ہو۔ دور سے بیٹھ کر کتنے ہی اصول وضوابط بنالئے جائیں یا بتا دیے جائیں دراصل چابی آگ جلانے والے کے پاس ہی ہوتی ہے۔ میڈیا کو بھی قانون اور ضابطوں سے زیادہ میڈیا چلانے والے حضرات ہی قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ اس کا لوگوں تک مضر اور مفید اثرات پہنچانے کا دارومدار بھی انہی افراد کے ہاتھ میں زیادہ ہوتا ہے۔

آگ اگر ناسمجھ کے ہاتھ آجائے تو نقصان کا اندیشہ یقینی ہے۔ وہ اپنے آپ کو بھی جلا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہی صورت میڈیا کی ہے کہ کم علم، ''جاہل'' اور ناسمجھ افراد اگر میڈیا چلانے پہ آ

22

جائیں تو اپنی قوم، ملک اور مذہب کو اپنی کم علمی، لا حاصلی یا کج فہمی کی وجہ سے نا قابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اگر کسی کم عقل یا ناسمجھ کو اس کے اپنے ہی ہاتھوں سے ختم کرنا ہو یا کوئی نقصان پہنچانا مقصود ہو تو اس کو کھیلنے کے لئے آگ دے دینا کافی ہے باقی کام ناسمجھ لوگ خود کرلیں گے اور ان کی تباہی کا دارومدار اس بات پر ہوگا کہ کتنی طاقتور اور تباہ کن چیز آگ لگانے کے لئے دی گئی ہے۔ آس پاس کا ماحول آگ لگنے کے لئے کتنا سازگار ہے وغیرہ وغیرہ۔ میڈیا خصوصاً جدید الیکٹرانک میڈیا بھی کسی ناپختہ اور کم پڑھے لکھے معاشرہ میں کبھی کبھی یہ خدمت بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ یوں اگر آگ کسی مدمقابل کے پاس ہو تو وہ اپنے مخالف کے لئے ایک مؤثر ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کرسکتا ہے۔

میڈیا کون چلا رہا ہے اور کیوں؟

میڈیا کیا ہے؟ وہ کیا کرتا ہے؟ اور کیا کیا کرسکتا ہے؟ اس سے زیادہ اہم بات سمجھنے کی یہ ہے کہ میڈیا چلا کون رہا ہے؟ اور کیوں چلا رہا ہے؟۔

عموماً میڈیا یا تو حکومتیں چلاتی ہیں یا کاروباری ادارے چلاتے ہیں جن کو میڈیا مالکان یا اگر زیادہ بااثر ہوں تو میڈیا ہاؤسز ''Media Houses'' کہا جاتا ہے۔ اہم ترین سوال یہ ہے کہ اتنا تردد کیوں کیا جاتا ہے ظاہر ہے اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہوتی ہے کہ جو مندرجہ ذیل اقسام کی ہوسکتی ہیں۔ یعنی:

1۔ کاروباری غرض

2۔ نظریاتی غرض (۱)

3۔ دونوں اغراض کا اشتراک

۱۔ نظریاتی غرض؛ سیاسی، سماجی، مذہبی یا عسکری وغیرہ کسی بھی قسم کی ہوسکتی ہے۔

کاروباری غرض: کاروباری غرض سے مراد پیسہ کمانے کی غرض ہے، لہٰذا ہر کاروباری شخص کی طرح میڈیا ہاؤسز کے مالکان زیادہ سے زیادہ منافع کمانا چاہتے ہیں وہ ہر ''اچھائی'' یا ''برائی'' کے پہلو سے بالاتر ہوکر میڈیا کو صرف اور صرف معلومات کی فروخت کا ذریعہ یا کارخانہ سمجھتے ہیں۔ لامحالہ ملاوٹ، فراڈ، جھوٹ، دھوکہ بازی وغیرہ جیسی قباحتوں کو اس کاروبار میں کہیں نہ کہیں اپنی جگہ بنانے کو مل ہی جاتی ہے، لہٰذا وہ ذرائع ابلاغ جو محض کاروباری غرض سے چل رہے ہیں عوام الناس کے لئے اس حوالے سے نقصان کا سبب ہوسکتے ہیں کہ ان کی معلومات میں کاروباری غرض سے ملاوٹ کا اندیشہ موجود ہوتا ہے۔ جس طرح ہر قابل فروخت چیز سے جو بازاروں میں میسر ہے اس کے ساتھ یہ اندیشہ موجود ہوتا ہے اور کوئی بھی ذی عقل خریدار کسی بھی چیز کی خریداری کے وقت ایسی باتوں کا خیال ضرور رکھتا ہے کہ نقل یا ملاوٹ شدہ چیز تو فروخت نہیں کی جارہی۔ یہ شائبہ اس وقت زیادہ بڑھ جاتا ہے جب کوئی چیز نہایت سستی یا تقریباً مفت مل رہی ہو، لہٰذا میڈیا کو بھی اس اصول سے کوئی استثنا حاصل نہیں ہونا چاہئے۔ اس استثنا کی ایک صورت ممکن ہے کہ گاہک کی نظر میں دکاندار اتنا ایماندار اور قابل اعتماد ہے کہ وہ دھوکہ دے ہی نہ سکتا ہو۔

نظریاتی غرض: نظریاتی غرض سے مراد کوئی بھی شخص، تنظیم یا حکومت کوئی میڈیا ہاؤس کسی مخصوص سیاسی یا مذہبی نظریہ وغیرہ کو فروغ دینے کے لئے چلائے۔ یہ غرض مخفی بھی ہوسکتی ہے اور ظاہری بھی، ہر دو صورتوں میں ایسے میڈیا کے ادارے چاہے وہ کوئی بھی ذریعہء ابلاغ استعمال کررہے ہوں ہر طرح سے کوشش یہ کرتے ہیں کہ ان کا نظریہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے اور ساتھ ساتھ وہ نظریات یا خیالات وتصورات جو ان کے نظریہ سے متصادم یا مخالف ہیں ان کا بھی موثر انداز میں سدباب کیا جاسکے۔ ایسے ادارے ملکی سطح سے لے کر عالمی سطح تک اور بسا اوقات مقامی سطح پر بھی کام کررہے ہوتے ہیں۔ عموماً ایسے ادارے دعویٰ غیر جانبداری کا کرتے ہیں لیکن ہر ایک کو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اداروں کے اغراض ومقاصد اور نظریات کیا ہیں، لہٰذا ان کی فراہم کردہ معلومات کا تجزیہ کرنا بھی نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

البتہ وہ ادارے جو کہ کسی نظریاتی بنیاد پر کام تو کر رہے ہیں لیکن عام لوگوں کو ان کے اغراض ومقاصد کا علم نہیں ہوتا ایسے اداروں کی نشر کردہ معلومات اور خبروں کی کلی صداقت کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں اغراض کا اشتراک: میڈیا ہاؤسز کی تیسری قسم وہ ہے جو کام تو پیسہ کمانے کی غرض سے کر رہے ہوتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ کسی بھی وجہ سے وہ ایک مخصوص سیاسی یا مذہبی نظریہ وغیرہ کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں جس کا محرک کوئی عمل بھی ہوسکتا ہے۔ اکثر اوقات ادارہ کے مالکان کی ذاتی وابستگی اس امر کی وجہ بنتی ہے۔ ان اداروں سے فراہم کردہ معلومات چاہے وہ خبر کی صورت میں یا کسی اور طریقہ سے ہوں عوام الناس کے لئے زیادہ ''خطرناک'' ثابت ہوسکتی ہیں کیونکہ زیادہ تر یہ اپنی خواہش کے مطابق مطلوبہ معلومات کا فروغ خبر کے بین السطور میں دیتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ متذکرہ بالا تینوں اقسام میں سے ہم تک خبر یا معلومات کسی بھی ذریعے سے پہنچ رہی ہو اس میں اس بات کا شائبہ یا شک ضرور ہوتا ہے کہ خبر دینے والے نے خبر دینے کے طریقہ کار میں اپنا کوئی نہ کوئی پہلو پنہاں ضرور رکھا ہوگا چاہے اس میں غرض پیسہ کمانا ہو یا کسی خاص نقطہ نظر کو فروغ دینا مقصود ہو، ہماری ذمے داری بڑھ جاتی ہے کہ خبر سنتے وقت اس بات کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں کہ خبر رساں کون ہے؟ معلومات بہم پہنچانے والا کون ہے؟ صرف اس آگاہی سے ہی کافی مشکلیں اور ذہنی الجھاؤ دور ہوسکتے ہیں۔

مثلاً کسی بھی دشمن ملک کے سرکاری میڈیا سے دوسرے دشمن ملک کے بارے میں غیر جانبدارانہ اچھی خبر کا شائع ہونا یا نشر ہونا محال ہے۔ اسی طرح ایسے دو ابلاغ کے ادارے جو کہ نظریاتی طور پر دو متصادم یا مخالفانہ نظریوں کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہوں ایک دوسرے کے لئے تعمیری خبریں کیوں نشر کریں گے۔ دونوں کی کوشش ہوگی کہ ایسا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں جس سے مخالف فریق کی بدنامی ہوتی ہو۔ بلکہ ایسی خبر کو تو بڑھا چڑھا کر، نمک مرچ لگا کر نشر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ تمام باتیں میڈیا کی دنیا کی حقیقتیں ہیں جو کہ ہمیں ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہئیں۔

میڈیا کی دنیا کے تین اہم کردار:

بظاہر میڈیا ایک وسیع اور متنوع الاقسام ذرائع ابلاغ کا نام ہے۔ جن میں ہر روز جدّت اور ترقی آ رہی ہے۔ لیکن اگر ان سب ذرائع ابلاغ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بنیادی طور پر تین ایسے عوامل یا کردار ہیں جو کسی نہ کسی طور اس میں موجود ہوتے ہیں۔

اوّلاً: ہر ذریعہ ابلاغ چاہے پرنٹ ہو، الیکٹرانک ہو یا کسی جدید ٹیکنالوجی پر کارفرما ہو۔ چاہے اس کی پہنچ مقامی ہو یا بین الاقوامی۔ وہ جس قسم کی بھی خبریں یا معلومات شائع کر رہا ہو جس غرض سے بھی کام کر رہا ہو بنیادی طور پر وہ شائع کر رہا ہوتا ہے یعنی کسی نہ کسی درجہ میں ناشر" ہوتا ہے۔ چاہے وہ ایک فرد ہو، ادارہ ہو یا کوئی حکومت۔

ثانیاً: جب بھی کوئی معلومات یا خبر کوئی "ناشر" کسی بھی طریقہ سے شائع یا نشر کرتا ہے اور اس معلومات یا خبر کو کوئی شخص پڑھتا، دیکھتا یا سنتا ہے تو وہ ''سامع'' یا "ناظر" یعنی سننے یا دیکھنے والا کہا جاتا ہے۔ اس کتاب میں عموماً ایسے شخص کے لئے ''سامع'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ثالثاً: موجودہ دور میں الیکٹرانک میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذرائع ابلاغ میں وسیع استعمال نے ایک تیسری صورت بھی پیدا کر دی ہے جس کو اس کتاب میں ہم نے "مکالمہ گو" یا "مبصر" کا نام دیا ہے۔ کیونکہ دو یا زیادہ افراد کے مباحثے، مکالمے، تبصرے اور ٹاک شوز وغیرہ ان ذرائع ابلاغ کا ایک لازمی جز بن چکے ہیں اور اسی صورت حال میں ان مکالموں اور مباحثوں میں شامل ہر شخص بیک وقت کچھ معلومات اپنے ناظرین کو دے رہا ہوتا ہے اس لئے ناشر ہوتا ہے اور کچھ معلومات وصول بھی کر رہا ہوتا ہے تو سامع بھی ہوتا

ہے۔ گو اصولی طور پر زیادہ ناشر ہی ہوتا ہے(۱) لیکن وضاحت کے لئے اس کو کتاب میں ایک الگ قسم کے طور پر بیان کیا گیا ہے خصوصاً جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی صورت میں جس کی وضاحت آگے چل کر کتاب میں اپنے مقام پر آجائے گی۔

خصوصاً درج ذیل تین اصطلاحات ذہن نشین کر لی جائیں تو آئندہ ابواب سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

تیسرا باب۔ جس میں میڈیا کے استعمال کا اسلامی نظریہ یا Islamic theory of media بیان ہوئی ہے۔(۲)

1) ناشر

2) سامع

3) مبصّر یا مکالمہ گو

یہی تینوں میڈیا کی دنیا کے مرکزی کردار ہیں جو اس دنیا کو تین مختلف زاویوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ناشر کے نقطۂ نظر سے میڈیا کی دنیا کچھ اور سامع کی نظر سے کچھ اور اسی طرح مبصر اور مکالمہ گو کی نظر سے کچھ اور ہے۔

خلاصہ

- مختلف ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے معلومات کی فراہمی اور خبر کی نشریات میڈیا کہلاتی ہے۔ میڈیا افراد کے درمیان رابطہ کا کام بھی کرتا ہے۔

۱۔ کچھ صورتوں میں کسی مکالمہ میں شامل شخص اپنی خاموشی سے بھی کچھ پیغام نشر کر رہا ہوتا ہے یہ صلاحیت دیگر ناشرین کو حاصل نہیں ہوتی۔

۲۔ اس نظریہ کی ”اسلام کا نظریۂ سماع و ابلاغ“ کا نام دیا گیا ہے۔

- جدید ٹیکنالوجی نے میڈیا کا اثر اور اہمیت بڑھا دی ہے۔
- میڈیا اپنی نہاد میں اچھا ہے نہ بُرا کچھ اس کی فطری خوبیاں ہیں اور کچھ اس کی فطری خامیاں اس کو چلانے والے اپنی اپنی غرض کے مطابق اسے مفید یا مضر بنا دیتے ہیں۔
- جو کوئی بھی کوئی معلومات فراہم کر رہا ہے یا خبر نشر کر رہا ہے اس کی کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہوتی ہے۔ جس کو جاننا خبر کی حقیقت تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔
- میڈیا کی دنیا کے تین کردار اس کے اہم رکن ہیں۔ ناشر یعنی خبر دینے والا، سامع یا ناظر یعنی خبر سننے یا دیکھنے والا اور مبصر یا مکالمہ گو جو بیک وقت خبریں دے بھی رہا ہوتا ہے اور خبر بنا بھی رہا ہوتا ہے۔

حصہ دوئم

دینِ اسلام اور میڈیا

جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا جا چکا ہے کہ میڈیا یا ذرائع ابلاغ فی نفسہ کوئی اچھی یا بری چیز نہیں، ان کا استعمال مفید یا مضر ہو سکتا ہے۔ ہر قوم، ملک اور فرد یا گروہ کو آزادی ہے کہ وہ اس کو جیسے چاہے استعمال کرے۔ میڈیا پر قدغن لگانا کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں اگر کوئی بات ہم کو بری لگ رہی ہو تو وہ کسی کو اچھی بھی لگ رہی ہوگی اس لیے تو کی جا رہی ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ معلومات جو ہمارے لئے نقصان دہ ہیں یا ہمارے خلاف ہیں ان کا سدباب کیسے کیا جائے اور ان کے مضر اثرات کیسے زائل کئے جائیں۔

اکثر مسلمان فی زمانہ اس بارے میں دو رائے نہیں رکھتے ہوں گے کہ میڈیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نہایت منظم انداز میں استعمال ہو رہا ہے۔ انٹرنیٹ پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مواد کی بھرمار موجود ہے۔ ٹی وی نشریات میں ان سب باتوں کی جھلک ہر روز نظر آتی ہے۔ اس منظم سازش کی دو صورتیں کارفرما ہیں:

اولاً: اسلام کی کھل کر بلاواسطہ مخالفت

ثانیاً: مخفی انداز میں بالواسطہ مخالفت

دونوں طریقہ کار یکساں نقصان دہ ہیں لیکن مخفی یا بالواسطہ طریقہ کار زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ان کو سمجھنا بھی ضروری ہے تا کہ ہمیں جب کبھی بھی ایسے حربے کا سامنا ہو تو فوراً سمجھ جائیں کہ اصل مدّعا کیا ہے۔

222

بلا واسطہ اسلام کے خلاف میڈیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے آیا اس میں کچھ ہے جو ہمیشہ سے دین حق کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے کیا جاتا رہا تاکہ لوگوں تک اس کے اصل پیغام کو پہنچنے نہ دیا جائے۔

یہ وہ بنیادی سوال ہے جس کو اس باب میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہ اس کتاب کا ایک اہم باب ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے کہ میڈیا میں موجود اسلام کی مخالفت کس کس قسم کی ہو رہی ہے؟ وہ کون سے لوگ اور کون سی طاقتیں کر رہی ہیں؟ اور کیسے کروا رہی ہیں؟

میڈیا میں اسلام کے خلاف کیا ہو رہا ہے؟

وہ حربے جو میڈیا میں اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں وہ بنیادی طور پر کوئی نئے حربے نہیں بلکہ ہمیشہ سے اللہ کے ہر پیغمبر اور انکے ماننے والوں اور ان کے پیغام کے خلاف استعمال ہوتے رہے ہیں۔ صرف وقت کے ساتھ ہوا یہ ہے کہ استعمال کے ذرائع بدل گئے ہیں۔

ان سب الزامات اور اسلام مخالف حربوں کا مقصد صرف اور صرف ایک ہے کہ اسلام کا اصل پیغام لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔ حق کی آواز جتنی ہو سکے دب جائے لوگ دینِ حق کے قریب نہ جائیں اور اسلام لوگوں کے ذہنوں میں ایک عجیب وغریب نظریہ بن کر رہ جائے۔

اس صورت حال کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ﴾ (۱)

ترجمہ: وہ اس پر ایمان نہیں لایا کرتے۔ قدیم سے اس قماش کے لوگوں کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔

قرآن پاک نے واضح الفاظ میں کفار کی اسلام دشمن باتوں کا جواب دے دیا کہ ان کا یہ وطیرہ زمانۂ قدیم

۱۔ الحجر:13

سے چلا آرہا ہے وہ اسلام پر ایمان نہیں لانا چاہتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

آئندہ صفحات میں ان حربوں کا تعارف اور اجمالاً تجزیہ کیا گیا ہے جو اسلام کے خلاف کل بھی استعمال ہورہے تھے اور آج بھی استعمال ہورہے ہیں۔ کل ابولہب اور ابوجہل کبھی مکہ میں اور کبھی طائف کے بازاروں میں کھڑے ہوکر مجمع لگا کر اسلام کے خلاف تقریریں کیا کرتے تھے آج کبھی مغربی میڈیا اور کبھی ہمارا اپنا میڈیا ویسی ہی باتیں کررہا ہوتا ہے۔ مثلاً اہل اسلام کا مذاق اڑانا طرح طرح سے ان کے ساتھ استہزاء کرنا۔ انہیں جاہل اور بیوقوف کہنا، کبھی عقائد کا اور کبھی احکاماتِ اسلام کا مذاق اڑانا۔ کبھی کہنا کہ ان کے سحرزدہ ہونے کے سبب انکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی ہے، کبھی کہنا کہ ان کے قائدین لوگوں کو اپنے سحر میں گھیر لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ ایک خاصی لمبی فہرست ہے۔ ہر اسلام دشمن حربے میں چھپی ایک سازش ہے۔ کفار منکرین اور منافقین کے ان حربوں کو قرآن نے جابجا بیان کیا ہے جس کا مقصد ان کو سمجھانا ہے تاکہ ان سے زیادہ فکرمند ہوا جائے اور نہ ہی اپنے مقصد سے ہٹا جائے۔

کتاب کے درج ذیل حصے میں وہ اسلام دشمن سازش اور حرکتیں جو اسلام کے خلاف ہوا کرتی تھیں اور قرآن وحدیث میں بھی ان کا ذکر موجود ہے ان کی مثال سامنے رکھ کر وضاحت کی گئی ہے کہ انہی حرکتوں اور سازشوں کا ظہور آج کے میڈیا میں کس کس طرح موجود ہے تاکہ اہل ایمان کو انہیں جاننے میں اور ان کے حل کے لئے قرآن واحادیث سے راہنمائی لینے میں آسانی ہوجائے۔

تمسخر اور استہزا بطور نفسیاتی دباؤ:

جب کبھی بھی کسی پیغمبر نے اللہ کے پیغام کی ابتدا کی، یا کسی نیک اور صالح شخص نے دین کی تبلیغ، دعوت وارشاد کا کام کیا یا کسی معاشرہ میں کسی شخص کی زندگی میں دین کے حوالے سے مثبت تبدیلی آئی تو دین مخالف لوگوں نے اس کا تمسخر اڑایا۔ دین کے پیغام، دین کے پیروکاروں اور مجموعی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ استہزاء اور تمسخر نئی بات نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور آج بھی ہورہا ہے بلکہ بڑی شدومد

22

کے ساتھ ہورہا ہے۔ منظم اور موٴثر انداز میں ہورہا ہے اور ہر طریقہ اور ہر سطح پر ہورہا ہے میڈیا اس قبیح حرکت میں ایک موٴثر آلہ اور ذریعہ ہے۔ اپنی تاثیر اور نفسیاتی دباوٴ ڈالنے کے ایک بہترین ذریعہ ہونے کے سبب آج کا میڈیا اس میں پیش پیش ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾(۱)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے، ان کے لیے دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دل پسند بنادی گئی ہے۔ ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾(۲)

ترجمہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جاچکا ہے مگر ان مذاق اڑانے والوں پر آخر کار وہی حقیقت مسلّط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

قرآن پاک نے اس ضمن میں دو الفاظ استعمال کئے ہے ایک **تمسخر** ور دوسرا **استھزاء** دونوں تقریباً مترادف ہیں لیکن بات کو مکمل سمجھنے کے لئے ان الفاظ کے اگر معنی پر غور کرلیا جائے تو کچھ اور باتیں بھی سمجھ

۱۔ البقرہ:212

۲۔ الانعام:10

22

میں شاید آجائیں۔ تمسخر کا مادہ (س خ ر) ہے۔(۱) سَخَرَ بمعنی کسی سے بیگار لینا اور سَخَّرَ بمعنی کسی کو ذلیل کرنا ہے۔ یا مغلوب کرنا ہے۔(۲) نیز کسی کا عیب بیان کر کے اس کا مذاق اڑانا جس سے کسی کی تحقیر و تذلیل مقصود ہو۔(۳) التسخیر اس ہی مادہ سے تفعیل کے وزن پر ہے جس کے معنی کسی کو کسی خاص مقصد کی طرف زبردستی لیجانے کے ہیں۔(۴) انہی معنی میں ایک دوسری شکل میں یہ لفظ سفر کی قرآنی دعا میں استعمال ہوا ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ﴾(۵) ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے سبب میں کر دیا۔ تو مُسَخَّر وہ ہے جسے کسی کام پر مجبور کر کے لگایا گیا ہو اور سُخْرِيّ وہ جسے اولاً کسی کام پر مجبور کیا جائے پھر وہ اپنے ارادے سے "مسخر" ہو جائے۔ چنانچہ قران میں ہے: ﴿لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾(۶) ترجمہ: تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔ اس ہی مادہ سے مشتق الفاظ مذاق اڑانے کی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں اور سَخَّرتُ مِنهُ وَاستَخَرتُه کے معنی کسی کا مذاق اور ہنسی اڑانا ہے۔ قران میں ہے: ﴿قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ﴾(۷) ترجمہ: وہ (حضرت نوحؑ ان کے تمسخر کا یہ) جواب دیتے کہ اگر (آج) تم ہم پر ہنستے ہو تو

۱۔ قرآن مجید میں کل 42 مرتبہ ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ہیں جن کا مادہ (س۔خ۔ر) ہے جن میں سے 15 مرتبہ یہ الفاظ مذاق اڑانے کے معنی میں اور 27 مرتبہ مُسَخَّر کرنے کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ المنجد، لویس معلوف، مرجم: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، ص365

۳۔ مترادفات القرآن، از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ص 801

۴۔ راغب اصفہانی، المفردات، ص204

۵۔ الزخرف:13

۶۔ الزخرف:32

۷۔ ہود:38

جس طرح تم ہم پر ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے۔ ایک اور جگہ ہے: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ﴾(۱) ترجمہ: (اے پیغمبر) بات یہ ہے کہ تم تو (ان کے انکارِ قیامت سے) تعجب کرتے ہو اور یہ (تمہاری باتوں پر) ہنستے ہیں۔ کہا جاتا ہے **رجل سُخَرَة** ہنسی اڑانے والا اور **سُخرة** وہ ہے جس کی لوگ ہنسی اڑائیں اور ہنسی اڑانے والے کے اس فعل کو **سِخرية ومسخرية** کہا جاتا ہے آیت الکریمہ ہے: ﴿فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا﴾(۲) تو تم نے اس کی ہنسی بنائی۔ امام راغب کا کہنا ہے کہ اس آیۃ میں لفظ **سخریًا** تسخیر سے بھی ہوسکتا ہے اور **سخریة** یعنی ہنسی اڑانے کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح آیت ﴿أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا﴾ (۳) میں بھی یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے۔

کلامِ الٰہی کی یہ خوبی اور اعجاز ہے کہ اس کا ہر ہر لفظ اپنے اندر معنی کا سمندر رکھتا ہے۔ جس میں غوطہ زن ہوکر ہی حکمت و دانش کے موتی ملتے ہیں۔ بظاہر مذاق اڑانا اور کسی کو طابع فرمان کرنے میں کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی لیکن یہ عُقدہ قرآنِ عربی نے کھولا کہ ان دونوں میں گہرا رشتہ اور تعلق ہے کہ کسی شخص کو نفسیاتی دباؤ میں لانے یا نفسیاتی طور پر اس کو یا اس کے اس کا پیغام کو یا اسکے کسی عمل کو حقیر و ذلیل کرنے کے لئے اس کا مذاق اڑانا ایک نہایت ہی مؤثر اور زود اثر نسخہ ہے۔ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا مذاق اڑاتا ہے تو لوگوں کے سامنے وہ دوسرے شخص کو اپنے تئیں مُسخر کرنے کی کاوش و کوشش کررہا ہوتا ہے اس کا اپنے دشمن یا مخالف کا مذاق اڑانے کا مقصد اس سے لطف اندوز ہونا نہیں ہوتا نہ ہی دشمن کو محظوظ کرنا

۱۔ الصافات:12

۲۔ المؤمنون:110

۳۔ ص:63

ہوتا ہے۔(۱)

یہی معاملہ میڈیا کا ہے چاہے وہ پرنٹ یا الیکٹرانک میڈیا، یا سوشل میڈیا کی کوئی شکل ہو۔ دین اسلام، اس کی تعلیمات یا مسلمانوں کے دینی شعائر وعادات کا مذاق اڑانے کا مطلب ان کو نفسیاتی طور پر زیر کرنا، کمتر بنانا اور یوں نفسیاتی طور پر مسخر کرنا ہوتا ہے ہم اکثر ایسی باتوں کو غیر سنجیدہ طور پر لیتے ہیں اور "ہنسی مذاق" میں اڑا دیتے ہیں لیکن یہ اپنا اثر تو دکھا ہی رہی ہوتی ہیں۔ کہیں "داڑھی" کا مذاق کہیں کسی عالم دین کے حلیّہ یا ان کے طرز خطابت کی نقل اور اس کا مذاق اور کہیں معاملات اس سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو عقائد، شعائر واحکامات دینیہ کا مذاق بھی نظر آتا ہے یہ سب اسلام اور مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر مسخر کرنے کے طریقے ہیں جو صدیوں پرانے ہیں۔

قرآن نے اس صورتحال کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنْذِرُوا هُزُوًا﴾(۲)

ترجمہ: رسولوں کو ہم اس کام کے سوا اور کسی غرض کے لیے نہیں بھیجتے کہ وہ بشارت اور تنبیہ کی خدمت انجام دیں گے مگر کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہوں نے میری آیات کو اور ان تنبیہات کو جو انہیں کی گئیں، مذاق

۱۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: تفسیر کشاف عن حقائق غوامض التنزیل جلد 3، ص 57، () طبع: مصر)، روح المعانی ج 18، ص 26، (ط: مصر) از علامہ محمود آلوسی۔ نیز علامہ زمخشری نے بھی سورہ مؤمنون کی تفسیر میں سَحَر کے معنی پر سیر حاصل لکھا ہے۔

۲۔ الکہف: 56

بنالیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات کو اگر آج کے تناظر میں دیکھیں تو میڈیا یا ذرائع ابلاغ اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھوں میں بطور باطل ہتھیار استعمال ہو رہا ہے اور جب کوئی راسخ العقیدہ مسلمان میڈیا پر ہونے والی اس مذموم حرکت کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر اعتراض کرتا ہے تو اظہار رائے یا تفننِ طبع کا سہارا لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تو محض مذاق ہے کسی کی تذلیل مقصود ہے نہ کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش۔ ایسی صورتحال میں صدیوں سے کفار اور منافقین کا اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے یہی دفاع رہا ہے ان کا یہ مکر قرآن کریم میں مندرجہ ذیل طریقہ سے بیان ہوا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ (۱)

ترجمہ: اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے، تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔

ایسے "مسخروں" سے ہمارا آج بھی یہ ہی سوال ہونا چاہیے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں ان سے کیا ہے۔ ایک اور آیت مبارکہ میں بھی یہ ہی ارشاد ہوا ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾ (۲)

ترجمہ: ان سے کہو کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟

ایک اور لفظ جو مذاق کے لئے قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے وہ ہے **استھزاء**" جس کا مادہ **(ھ-ز-و)**

۱۔ التوبہ:65

۲۔ التوبہ:65

122

الھزاء کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانے کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے۔ ھَزِئتُ بہ و استھزَاتُ کے معنی کسی کا مذاق اڑانے کے ہیں اور الاستھزاء اصل میں طلب ھزو کو کہتے ہیں۔(۱) اللہ کے رسولوں اور ان کے پیغام حق کی ہنسی اڑانا کفّار کا شیوہ تھا جس کا حوالہ قرآن میں یوں آیا ہے:

﴿وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ (۲)

ترجمہ: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہو اور انہوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔

بطور مسلمان ہمارا یہ حق ہے اور ہم پر فرض بھی ہے کہ جب بھی ہم شعائر اسلام اور مشائخ اسلام کا مذاق اڑاتے دیکھیں تو اس سے کنارہ کش ہو جائیں اگر احسن طریقہ سے جواب کی صورت بن جائے تو جواب دینے کی ضرور کوشش کریں ورنہ اس سازش کو سمجھیں کہ کیا رہا ہو ہے۔ مشاہدے میں یہ آیا ہے کہ اچھے اچھے سمجھدار مسلمان بھی میڈیا پر ہونے والی اس سازش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کبھی یہ خیال کر کے کہ یہ تو ''مذاق ہے'' کوئی بات نہیں کبھی یہ خیال کر کے کہ یہ تو ''فلاں'' فرقے کا مذاق اڑایا جا رہا ہے جو کہ ویسے بھی میرا عقیدہ نہیں ہے لہٰذا چلنے دو یا اس سے بھی خطرناک بات یہ ہے کہ جب کسی مخصوص عالم دین کی نقل اتار کر اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو باقی تمام فرقوں کے مسلمان اس سے محظوظ ہوتے ہیں یہ خیال کیے بغیر کہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی درجہ میں یہ مذاق ان کے اپنے دین کا اڑایا جا رہا ہوتا ہے کیونکہ عالمِ دین کا "**تمسخر**" اور "**استھزاء**" کرنے والوں کا اصل مقصد اسلام کی تحقیر ہوتی ہے۔

۱۔ مفردات القرآن، راغب اصفہانی، ص 841

۲۔ الحجر: 11

اس سارے معاملے میں میڈیا کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ایک وہ جو اسلام دشمن غیر مسلم قوتیں اور ان کے ایجنٹ چلا رہے ہیں ان سے تو خیر کی کیا توقع، دوسرے وہ جو خود مسلمان ہیں اسلام دشمن نہیں لیکن اپنی کم علمی یا کج فہمی کے سبب اس عمل میں شامل ہو جاتے ہیں۔ دوسری صورت ہمیں سوشل میڈیا پر زیادہ نظر آتی ہے لہٰذا دونوں سے نمٹنے کا طریقہ کار بھی مختلف ہے۔ جو کہ کتاب کے تیسرے حصے میں بیان کیا گیا ہے۔

سحر زدہ مجنون لوگ ہونے کا الزام تا کہ اسلامی تعلیم عام نہ ہو:

میڈیا میں اسلام پر اور مسلمانوں پر ایک اور الزام جو عام طور پر لگتا ہے وہ یہ کہ اس مذہب کے ماننے والے (brain washed) ہوتے ہیں ان کے ذہن بند ہوتے ہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے لہٰذا" گمراہ ہوتے ہیں" یا ان کو گمراہ کرنا آسان ہوتا ہے اور اس مفروضے کو بنیاد بنا کر ایک کلیہ بنایا جاتا ہے کہ تمام دینی مدارس لوگوں کو (brain washed) کر رہے ہیں بالفاظ دیگر ان کو اپنے ''جادو'' یا ''سحر'' میں باندھ رہے ہیں، لہٰذا یہ بچے یا بڑے "مسحور" یا "مجنون" ہیں۔ یہ الزام مختلف لوگوں کے ذریعے مختلف انداز میں ہر ممکنہ طریقہ سے ہمارے کانوں پر پڑتا رہتا ہے جو کہ خبر سے بھی زیادہ ایک پراپیگنڈے کا رنگ اختیار کر گیا ہے۔ اور یہ الزام عموماً ہمارے ''اپنوں'' میں سے ایسے لوگ لگا رہے ہوتے ہیں جو کہ دین اسلام کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ قرآن کی ایک آیت کی صحیح تلاوت تک نہیں کر سکتے لیکن مدارسِ دینیہ اور علمائے کرام پر تنقید کی آڑ میں دین اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں اور سب سے زیادہ مضحکہ خیز جملہ جو ان کے منہ سے ان کی کم علمی چھپانے کے لئے نکلتا ہے وہ یہ کہ یہ ''علماء'' دین کے ٹھیکے دار تو نہیں کہ ہم ان کے خلاف کوئی رائے نہ دیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے یعنی خود دین کا پتہ کچھ نہیں اور دین کے معاملہ میں حقِ رائے دہی کی دلیل یہ کہ دین کی ٹھیکے داری کا الزام بیچارے "علما" پر جو دین کی خدمت میں دن رات مصروف ہیں۔

اب یہاں میڈیا کا کردار دیکھنا چاہیے ویسے تو میڈیا ایک ذریعہء ابلاغ سے زیادہ کچھ نہیں لیکن جب اسے

22

چلانے والے اس میں دانستہ یا غیر دانستہ ڈنڈی مار رہے ہوں تو دکھ تو ہوتا ہے۔ ہمیں ایسے موقعوں پر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام کو ماننے والوں پر "مسحور" ہونے اور مجنون ہونے کا الزام اور اس کی وجوہات کوئی نئی بات نہیں یہ بھی صدیوں پرانی ہیں دنیا میں جب جب کوئی نبی، اللہ کا پیغام لے کر آیا اس پر اور اس کے ماننے والوں پر یہی الزام لگتا رہا۔ حتیٰ کہ نبی آخر الزمان ﷺ پر بھی یہ الزام لگا اور یہ الزام لگانے والے اپنے اپنے دور کے "روشن خیال" لوگ تھے جن کے معاشی اور معاشرتی مفادات اپنے اپنے زمانے کے سرداروں اور حکمرانوں سے جڑے ہوئے تھے وہ لوگوں کو اس پیغام حق اور اس پیغام حق کو لوگوں تک پہنچنے سے روکنا چاہتے تھے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾(۱)

ترجمہ: یونہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون۔

اس سے قبل حضرت صالحؑ کی قوم نے بھی ان سے یہ کہا:

﴿قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ﴾(۲)

ترجمہ: انہوں نے کہا "تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے۔"

یہی جملہ حضرت شعیبؑ کی قوم نے بھی ان سے کہا جب انہوں نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی سے روکا:

۱۔ الذاریات:52

۲۔ الشعراء:153

﴿قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ﴾(۱)

ترجمہ: انہوں نے کہا "تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے"۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا﴾(۲)

ترجمہ: اور ظالم کہتے ہیں "تم لوگ تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو ہے"۔

ایک اور جگہ اسلام مخالف لوگوں کی یہی منطق یوں بیان ہوئی ہے:

﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ﴾(۳)

ترجمہ: پھر بھی یہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور کہا کہ "یہ تو سکھایا پڑھایا باؤلا ہے"۔

مذکورہ بالا آیات اور ایسی ہی کئی اور آیات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں جہاں اسلام کا پیغام دینے والے اور اس پر چلنے والے لوگوں کو مخالفین کی طرف سے مسحور ومجنون کہا گیا ہے۔ یعنی یہ لوگ اس دنیا کے معاملات سمجھنے سے قاصر ہیں اور (brain wash) ہو چکے ہیں۔

لفظ مجنون اسم مفعول ہے اور اس کا مادہ (ج۔ن۔ن) ہے جس کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ عربی زبان میں جُنَّۃ ڈھال کو کہتے ہیں جس کے پیچھے انسان چھپتا ہے، لفظ جِن کا مادہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ مخلوق خدا ہمارے حواس سے پوشیدہ ہوتی ہے الغرض دیوانگی کو جنون اس ہی لئے کہا گیا کہ یہ دیوانگی اس کے دل اور عقل کے درمیان حائل ہو جاتی اور انسانی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے گویا چھپا لیتی ہے۔

۱۔ الشعراء:185

۲۔ الفرقان:8

۳۔ الدخان:14

دوسرا لفظ **مَسحُور** ہے جو کہ بطور الزام زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے جس کا مادہ (س۔ح۔ر) ہے۔ سحر کا لفظ بالعموم دھوکا اور بے حقیقت تخیلات پر بولا جاتا ہے جیسا کہ شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے نظروں کو حقیقت سے پھیر دینا ہے۔ قرآن میں دربارِ فرعون کے جادوگروں کا قصہ یوں بیان ہوا ہے: ﴿**سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ**﴾(۱) ترجمہ: تو انہوں نے جادو کے زور پر لوگوں کی نظر بندی کر دی اوران سب کو دہشت میں ڈال دیا۔ اس مادہ سے "مسحور" اسم مفعول ہے یعنی جس پر جادو ہوا ہو۔ جیسے قرآن میں ہے: ﴿**بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ**﴾(۲) ترجمہ: (یا) یہ تو نہیں کہ ہم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ یعنی سحر کے ذریعے ہمیں اس کی معرفت سے پھیر دیا گیا ہے۔ اسی معنی میں ارشاد ہے: ﴿**إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ**﴾(۳) ترجمہ: تم پر تو بس کسی نے جادو کر دیا ہے۔ قرآن میں مزید ہے کہ: ﴿**إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا**﴾(۴) ترجمہ: کہ تم مسحور آدمی کے پیچھے پڑے ہو۔ اس آیت کریمہ میں مسحورا کے معنی ہیں کہ جو شخص جادو کے اثر میں ہو یا کسی نے اسے جادو کر کے دیوانہ بنا دیا ہو۔ جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو بھی یہ ہی کہا تھا۔

﴿**فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَى مَسْحُورًا**﴾(۵)

ترجمہ: ان سے کہا کہ موسیٰؑ میں تیری نسبت ایسا خیال کرتا ہوں کہ کسی نے تجھ پر جادو کر (کے

۱۔ الاعراف:116

۲۔ الحجر:15

۳۔ الشعراء:153

۴۔ الاسراء:47

۵۔ الاسراء:101

تجھے دیوانہ بنا) دیا ہے۔

ایک ہزار ایک انداز میں آج بھی میڈیا پر اسلام کے پیروکاروں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ یہ مولوی اور یہ مدرس سادہ لوگوں اور بچوں کو سحر زدہ کر دیتے ہیں، ان کو مجنون بنا دیتے ہیں۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں مدرسہ کے طالبعلموں میں سے اگر کوئی ایک غلط کام کرے یا کسی کے ورغلانے میں آجائے تو اس سارے تعلیمی نظام، سارے مدارس دینیہ، تمام مدرسین اور طلبہ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور ایک منظم انداز میں کیا جاتا ہے، بار بار کیا جاتا ہے۔

اس مطالبے کی اس واقعے سے زیادہ اچھی مثال نہیں دی جاسکتی کہ: "کسی کھیت میں کوئی جرم یا گناہ سرزد ہو جائے اور مجرموں کو پکڑنے کے بجائے حکم دیا جائے کہ علاقے کے تمام کھیت جلا دو"۔

ایسی "روشن خیالی" کو تو صرف بدنیتی یا حماقت سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ چند طلبہ کے جرم، گناہ یا غلطی پر یہ کہنا کہ سارے مدارس ختم کر دو عجیب منطق پر مبنی ہے اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ کہ ایسا مطالبہ کسی اور طبقے کے خلاف سنائی نہیں دیتا۔ اگر کوئی ڈاکٹر کوئی جرم کرے، غلط آپریشن کر دے، غلط تشخیص کر دے تو کبھی میڈیکل کالج بند کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا اگر کوئی انجینئر کسی دہشتگردی کی واردات میں پکڑا جائے تو کبھی تمام انجینئرنگ یونیورسٹیاں بند کرانے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ اس سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ مدارس یا اہل دین کی مخالفت سراسر بدنیتی پر مشتمل ہے۔

مختصر یہ کہ ان پر جنون اور سحر زدہ ہونے کا الزام صرف اس وجہ سے لگایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مصمّم ارادے اور پختہ ایمان کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے کہ یہ لوگ تو سوچنے کی صلاحیت سے عاری ہیں لہٰذا ان "بیچاروں" کا اس میں کوئی قصور نہیں اصل میں "قصوروار" وہ لوگ ہیں جو ان کو اس حال میں پہنچاتے ہیں انکا قلع قمع کیا جانا چاہئے۔ ایسی تمام سازشوں کا جواب قرآن پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے امت تک کیا بہتر اور خوبصورت طریقے سے دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

122

﴿فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ﴾(1)

ترجمہ: پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، تم نصیحت کیے جاؤ، اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو اور نہ مجنون۔

یعنی ہمارا کام صرف تبلیغ کرنا ہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے یہ اس کا نصیب۔ کسی سے لڑائی جھگڑا یا فساد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا کام ہے دعوت و نصیحت کرنا ہے، کوئی مانے یا نہ مانے۔ ہمارا کام ہے قرآن کو خود پڑھنا اور دوسروں کو پڑھانا۔ اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو اسکی ترغیب دلانا اور تلقین کرنا چاہے کوئی کچھ بھی سمجھے یا کچھ بھی کہے۔

علما پر ساحر ہونے کا الزام تا کہ تاثر کلام زائل ہو:

یہ الزام گزشتہ اوراق میں بیان کردہ الزام سے جُڑا ہوا ہے کہ اگر طالبعلم مسحور یعنی سحر زدہ ہے تو استاد یا معلم کا ساحر ہونا تو ضروری ہے۔ لہٰذا الیکٹرانک میڈیا پر نسبتاً کم اور سوشل میڈیا پر نسبتاً زیادہ مسلمان علماء پر اکثر یہ الزام لگتا ہے کہ فلاں عالم دین بڑا "ڈرامے باز"، "بڑ لفاظ" ہے لوگوں کو اپنی باتوں سے یا تقریروں سے اپنے سحر میں گھیر لیتا ہے یا فلاں جماعت کے لوگ سادہ لوح لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں پھر وہ انہی کی طرح ہوجاتے ہیں، دنیا سے کٹ جاتے ہیں بالکل جیسے ان پر جادو ہوگیا ہو۔ یہ الزام بھی کوئی نیا نہیں۔ علما کے بارے میں طرح طرح کے قصے بیان ہوتے ہیں تا کہ ان کی معاشرہ میں ساکھ خراب کی جاسکے۔ یعنی اعتراض علماء پر کرنا اور اصل میں اسلام کو برا کہنا مقصود ہوتا ہے۔

قرآن میں کفار کی یا اسلام دشمن لوگوں کے اس رویے کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

1۔ الطور:29

﴿هَلۡ هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ أَفَتَأۡتُونَ ٱلسِّحۡرَ وَأَنتُمۡ تُبۡصِرُونَ﴾(۱)

ترجمہ: اور ظالم آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں کہ "یہ شخص آخر تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے، پھر کیا تم آنکھوں دیکھتے جادو کے پھندے میں پھنس جاؤ گے؟"۔

یہاں بھی ہمیں ایک ہی بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ میڈیا پر جب بھی کسی عالم دین کی مندرجہ بالا پیرائے میں ''تعریف'' کی جارہی ہو اسکی مذمت کی جائے کہ ہمارے دین کی بقاء اور پہچان علما کے دم سے ہی ہے۔ چاہے ان کا تعلق کسی فرقے سے ہو۔ چاہے وہ ہمارا فرقہ ہو یا نہ ہو۔ یہی صورت ہر مذہبی جماعت اور گروہ کی ہے کہ دشمنان اسلام کے منہ سے کسی ایک کی بُرائی سب کی بُرائی ہے کیونکہ دشمنانِ اسلام کا اصل ہدف کوئی ایک فرقہ نہیں بلکہ سارا اسلام ہے۔

مذہب کا سیاست سے کیا لینا دینا:

علمائے اسلام کو بدنام کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ دین کو اپنی سیاست چمکانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ کوئی نیک پارسا فرشتے تو نہیں، ان کی باتوں کا دین سے کچھ لینا دینا نہیں یہ تو بس اقتدار چاہتے ہیں اور یوں اس مکالمے کی آڑ میں حد سے بڑھ جایا جاتا ہے اور اسلام کو بھی برا بھلا کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن نے مخالفین اسلام کی اس سوچ کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿فَقَالَ ٱلۡمَلَؤُاْ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوۡمِهِۦ مَا هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيۡكُمۡ﴾(۲)

۱۔ الانبیاء:3

۲۔ المؤمنون:24

22

ترجمہ: اس کی قوم کے جن سرداروں نے ماننے سے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ "یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے"۔

اب یہ صورت بنی کہ اسلام کا سیاست میں اثر اس سے بہتر طریقے سے نہیں روکا جاسکتا کہ علمائے حق یا مذہبی سیاسی پارٹیوں کے قائدین کو یہ کہا جائے کہ ان کا اصل مقصد ہے کہ اقتدار پر قبضہ کرلیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ سیاست میں دین کی بات وہی لوگ کریں گے جو دین کو سیاست سے جدا سمجھتے ہیں نہ دین کے علاوہ کسی اور نظریہ کو اس لائق سمجھتے ہیں کہ وہ برسرِ اقتدار ہو۔

لہٰذا ہمیں ایسے الزامات اور ایسی مذموم سازشوں کا جب سامنا ہو تو اپنے آپس کے اختلاف سے بالاتر ہوکر مخالفین کی اصل منشا اور مقصد کو سمجھنا چاہیے۔ اگر کوئی کسی شیعہ عالم کو برا کہہ رہا ہو تو دراصل اسلام کو بھی برا کہہ رہا ہے۔ اگر سنی یا وہابی یا اہلحدیث عالم کی برائی ہورہی ہے تو اسلام کی بھی تو برائی ہورہی ہے۔ اگر دیوبندی یا بریلوی علما کو میڈیا پر لڑانے یا ان کا مذاق اڑانے کی کوشش کی جارہی ہے تو اثر اسلام پر بھی تو کسی نہ کسی درجہ میں پڑ رہا ہے۔ اسی طرح اگر جماعت اسلامی یا جمعیت علمائے اسلام یا تحریک فقہ جعفریہ وغیرہ پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ ان کا مقصد اسلام کی آڑ میں اقتدار پر قبضہ کرنا ہے، اسلام سے ان کا کوئی تعلق وواسطہ نہیں تو زک تو دین اسلام کو بھی پہنچ رہی ہے اگر یہ سب کمزور ہوں گے یا ان میں سے کوئی بھی ختم یا کمزور ہوجائے تو اثر تو بالآخر دین اسلام کے مجموعی قوت پر ہی پڑے گا۔ ہمارا آپس کا اختلاف اپنی جگہ جو ہے بھی، رہے گا بھی، اور رہنا بھی چاہیے۔ لیکن کسی اسلام مخالف کو اس بناء پر یہ موقع دینا کہ وہ دین اسلام کی مجموعی طاقت کو کمزور کرے انتہائی کم عقلی ہوگی۔ کفار یا مغربی میڈیا یہ بات کرے تو بات سمجھ میں آتی بھی ہے لیکن ہمارا "اپنا" میڈیا یہ کرے تو اسے کم عقلی یا پھر سازش سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

کیا ہمارے میڈیا میں اغیار کے نمائندے ہیں:

کیا میڈیا میں اغیار کے نمائندے ہیں؟ یہ ایک نہایت اہمیت کا حامل سوال ہے۔ کیونکہ میڈیا کو معاشرے

□22

سے الگ نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس سوال کا جواب دینا آسان ہوجاتا ہے۔ اگر ہم کو اپنے معاشرہ میں چلتے پھرتے، جیتے جاگتے ایسے لوگ نظر آتے ہیں اور شب وروز ہمیں ملتے ہیں جو کہ مسلمان ہیں لیکن اسلام دشمن ہیں یا ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے دین اسلام کا راستہ روکا جاسکتے یا اسے نقصان پہنچ سکے تو یقیناً ہمارے میڈیا میں بھی ایسے لوگ ہوں گے۔ یہ لوگ دو طرح کے طبقوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں ایک وہ جو اپنی کسی ذاتی کمزوری کی وجہ سے اغیار کو دوست سمجھتے ہیں یا انہیں دوست بناتے ہیں ان سے مرعوب ہوتے ہیں جس کی کچھ بھی وجہ ہوسکتی ہے دوسرے وہ جو پیسے لے کر ان کے لیے کام کرتے ہیں ''حرام'' کھاتے ہیں اور اغیار کی مدد کرتے ہیں ان کی آنکھیں اور کان بنتے ہیں یعنی ہمارے معاشرے میں ان کے لئے جاسوسی کرتے ہیں ان کو مطلوبہ معلومات دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی طرف سورہ التوبہ میں اشارہ ہے:

﴿وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ﴾[1]

ترجمہ: اور تمہارے گروہ کا حال یہ ہے کہ ابھی اس میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں۔

یعنی تمہارے درمیان دشمنانِ اسلام کے جاسوس موجود ہیں۔ اس آیت میں سماعون (۲) کا لفظ نہایت اہمیت کا حامل ہے ایک اور جگہ اسی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

۱۔ التوبہ:47 (سماعون کا مطلب ہے جاسوس۔ لغات القرآن از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی، جلد 3، ص230)

۲۔ سماعون: خوب کان لگا کر سننے والے، جاسوس، سَمِعَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لغات القرآن، از مولانا عبدالرشید نعمانی، ج3، ص230

﴿سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ﴾(۱)

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کے لئے جاسوس بنتے ہیں جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے۔

یعنی جاسوس ہمارے اندر موجود ہیں جو کہ دوسری قوموں کے لئے کام کر رہے ہیں اور کیا کام کر رہے ہیں؟ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ﴾(۲)

ترجمہ: جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے

یعنی دوسروں کے سامنے جھوٹی باتیں بنانے کے لیے تمہاری باتیں سنتے ہیں اور قرآن پاک نے خود یہ بھی بیان کیا کہ یہ لوگ جھوٹ گھڑنے کے لیے سازشیں کرنے کے لیے طرح طرح کے فتنے پیدا کرنے کے لئے حرام مال کھاتے ہیں۔

﴿سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾(۳)

ترجمہ: یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کے مال کھانے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اس حوالے سے چند نہایت اہم اصطلاحات بیان ہوئی ہیں:

1۔ سمّاعون لقومٍ آخرین (کسی دوسری قوم کے لئے جاسوسی کرنے والے)

2۔ سمّاعون للکذب (جھوٹ کے لئے جاسوسی کرنے والے)

3۔ اکّالون للسحت (جھوٹ کے لئے جاسوس کرنے والے اور خوب حرام کھانے والے)

۱۔ المائدہ:41

۲۔ المائدہ:41

۳۔ المائدہ:42

ID22

سورہ مائدہ کی مذکورہ بالا دو آیات 41-42 کا پس منظر منافقین مدینہ اور یہودیوں کے درمیان گہرے اور بدنیتی پر مبنی خفیہ تعلقات سے وابستہ ہے۔ ان کی اسلام کے خلاف سازشوں کے طریقہ کار سے متعلق ہے۔ منافقین کا یہ طریقہ کار تھا کہ مسلمانوں کی باتیں بہت کان لگا کر عمیق طریقہ سے سنتے تھے پھر ان کو موقع محل سے کاٹ کر (out of context) بیان کرتے تھے۔ یعنی **یُحرّفون الکلم من بعد مواضعہ** (وہ باتوں کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں)۔ تاکہ اسلام کے پیغام کو کچھ کا کچھ بنا کر پیش کیا جا سکے۔ اور منافقین ایسی حرکتیں کرنے کا یہودیوں سے بھاری معاوضہ بھی لیا کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک منظم حرکت مدینہ کے یہودیوں نے کی جب ان کے امیر طبقہ کے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا تو انہوں نے معاملے کو فیصلے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اس خیال سے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ ایسا دیا کہ ان دونوں کی جان بچ جائے تو بہت اچھا ورنہ دوسری صورت میں فیصلہ کو نہیں مانیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ایک مشہور یہودی عالم کو بلوایا اور اس سے قسم دے کر پوچھا کہ ایسے معاملہ میں تورات کا کیا حکم ہے۔ قسم کی وجہ سے اسے سچ بولنا پڑا اور کہا کہ ایسے جرم کی سزا تورات میں تو رجم یعنی سنگسار کرنا ہے۔ لہٰذا ان دونوں مجرموں کو وہی سزا دی گئی۔ (۱) اس واقع کے بعد سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل دو آیات نازل ہوئیں:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ

۱۔ تمام مفسرین نے ان آیات کا شانِ نزول یہی واقعہ لکھا ہے اور منافقینِ مدینہ اور یہودیوں کی ساز باز کا طریقہ اور وجہ بھی یہی بیان کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، احکام القرآن للجصاص، تفہیم القرآن، تدبرِ قرآن، ضیاء القرآن، تفسیر نمونہ اور معارف القرآن وغیرہ۔

22

إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (41) سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾(1)

ترجمہ: اے پیغمبر! تمہارے لیے باعث رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھارہے ہیں۔ خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں، ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے یا ان میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے کان لگاتے ہیں، اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمہارے پاس کبھی نہیں آئے، سن گن لیتے پھرتے ہیں، کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کا صحیح محل متعیّن ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو، نہیں تو نہ مانو۔ جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرلیا ہو اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ نہیں کر سکتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا۔ یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کے مال کھانے والے ہیں، لہٰذا اگر یہ تمہارے پاس (اپنے مقدمات لے کر) ئیں تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہو ان کا فیصلہ کرو ورنہ انکار کردو۔ انکار کردو تو یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

1۔ [المائدہ:41-42]

22

مذکورہ بالا آیات میں منافقین اور یہودیوں کے گٹھ جوڑ کے حوالے سے سب سے پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو"سَمّٰعُونَ لِقَوۡمٍ آخَرِينَ" یعنی دوسری قوم کے لئے ہماری جاسوسی کرتے ہیں۔آج کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو اسلام اور مسلمانوں سے متعلق تفصیلی studies کی اور کرائی جاتی ہیں۔عجیب وغریب موضوعات پر کرائی جاتی ہیں۔مغربی میڈیا اور یونیورسٹیاں خطیر رقوم خرچ کرتی ہیں۔مختلف documentories بنائی جاتی ہیں اوران سب میں اکثر ایک بات مشترک ہوتی ہے کہ آیات قرآنی اور احکامات الٰہی کو out of context توڑ موڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔اوراس طریقہ سے پیش کیا جاتا ہے کہ عام قاری یا ناظر کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔کیونکہ مشہور مقولہ ہے:

اخطر الکذب ما امتزج ببعض الصدق

ترجمہ:سب سے خطرناک جھوٹ وہ ہے جس میں کچھ سچائی کی ملاوٹ کی جائے۔

یعنی documentary بنائی مدارس دینیہ پر،تصاویر دکھائیں کہ بچے قرآن پاک پڑھ رہے ہیں اور پیچھے تبصرے کرنے والے نے بہت روانی میں کہہ دیا کہ یہ مستقبل کے دہشتگرد تیار ہورہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کے متعلق مغرب کی بنائی ہوئی کم وبیش ہر میڈیا رپورٹ، ڈاکومینٹری، یا فلم میں ایسی کوئی متبادل رپورٹ ضرور مل جاتی ہے۔یہی حال ان تمام سٹڈیز کا ہے جو مغرب ہمارے لوگوں کے ذریعے کرتا ہے جو کہ کبھی کسی ڈگری کی لالچ میں اور کبھی خطیر رقوم کے عوض کی جاتی ہیں۔اس آیت کریمہ میں ہماری توجہ ان لوگوں کی طرف خاص طور سے دلائی گئی ہے جو کہ اسی صورت حال میں دشمنان اسلام کے جاسوس (سَمّٰعُونَ) اور آلۂ کار بنتے ہیں۔ ان کے اس سارے معاملے کو قرآن نے (سَمّٰعُونَ لِقَوۡمٍ آخَرِينَ) سے تعبیر کیا ہے اور کفار کے ایسے چمچے، میڈیا کی دنیا میں اکثر نظر آتے ہیں۔یہ ہماری آج کی دنیا کے بھی جیتے جاگتے کردار ہیں۔

دوسری اہم اور قابلِ توجہ اصطلاح جو کہ مذکورہ بالا آیات میں آئی ہے وہ "سَمّٰعُونَ لِلۡكَذِبِ" آج

[22]

کے زمانہ میں غیر مسلموں میں ایک طبقہ ہے جنہیں orientalist مستشرق کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ غیر مسلم ہوتے ہیں اور عربی زبان وادب، اسلام اور تاریخ اسلام پر گہری دسترس رکھتے ہیں۔ کتابیں لکھتے ہیں تراجم کرتے ہیں، رائے زنی کرتے ہیں لیکن ان کے یہ سب کرنے کا مقصد نہ تو اسلام کو فروغ دینا ہوتا ہے نہ اس کی تبلیغ مقصود ہوتی ہے بلکہ ساری ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسلام پر جھوٹ اور افترا باندھنے کے لئے کوئی عذر ہاتھ آجائے۔ یہ تو ہے صورت اہل مغرب کی لیکن ہماری اپنی صفوں میں ایسے لوگ موجود ہیں اور دن رات میڈیا پر بھی نظر آتے ہیں اپنے آپ کو "روشن خیال" اور "اعتدال پسند" اور "ماڈرن" ہونے سے تعبیر کرتے ہیں اور اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، یہ ہیں قرآن کے اصطلاح میں **سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ** یعنی جھوٹ کے بیوپاری!

تیسری اہم اصطلاح ہے (**سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ**) یعنی جھوٹ کے متلاشی اور خوب حرام کھانے والے۔ "اکل" کے معنی کھانے کے ہیں اور اکّال اس ہی سے اسم مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ کھانے والے، بناروک ٹوک کھانے والے۔ لفظ سُحت بھی قابل توجہ ہے۔ علماء ومفسرین نے عموماً اس کے معنی حرام اور خصوصاً رشوت کے لئے ہیں لغت کے اعتبار سے ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو ممنوع اور باعث عار ہو جو کہ انسان کے دین اور مروّت کی جڑ کاٹ دے۔ یعنی ایسے افراد جو جھوٹ کے متلاشی ہیں، اس کے بیوپاری ہیں ہماری باتیں اس لئے غور سے سنتے ہیں اور معاملات دیکھتے ہیں کہ فتنے کی، اختلاف کی کوئی بات کی جاسکے اور ان باتوں کے لئے کفار سے پیسے لیتے ہیں اور خوب حرام کھاتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی اور ان کی حرکات وسکنات بھی میڈیا میں ہمیں نظر آتی رہتی ہیں، کبھی کتابوں کی شکل میں کبھی تبصروں کی صورت، کبھی مذاکرے میں، کبھی بطور اینکر پرسن کوئی شوشہ چھوڑتے ملتے ہیں کبھی رائے دیتے ہوئے منہ کھولتے ہیں۔ کبھی مغربی NGO کا پراجیکٹ، کبھی کوئی سروے، کبھی کوئی اعداد وشمار بتاتے ہوئے، کبھی کوئی اعداد وشمار اکٹھا کرتے ہوئے۔ سوشل میڈیا بھی ان سے خالی نہیں کبھی کسی حوالے کو غلط جگہ اور بے محل

122

طریقہ سے بیان کرتے ہوئے کبھی کسی ایک کی غلطی کو سارے اسلام کی نمائندہ حرکت بیان کرتے ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ مختصر یہ کہ ہمارے میڈیا میں بشمول سوشل میڈیا کے ایسے لوگوں کی بھر مار ہے۔

یہ ایک پورا نظام ہے جو آج بھی ہے اور کل بھی تھا کفار اور دیگر غیر مسلم اقوام اسلام کا راستہ روکنے کے لئے خوب پیسہ خرچ کرتی تھیں۔ ماضی میں مسلمانوں کے درمیان جاسوس پیدا کئے جاتے تھے وہ ان سے حرام مال کھاتے تھے اور مسلمانوں کے معاشرہ میں جھوٹی باتیں پھیلاتے تھے۔ آج یہ کام کفار ہمارے چند افراد کو خرید کر میڈیا کے ذریعے کر رہے ہیں اور مؤثر انداز میں کر رہے ہیں۔

ایسے لوگوں کا مجموعی طور پر قرآن نے نقشہ ایسے بیان کیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ﴾([1])

ترجمہ: جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لیے صرف کر رہے ہیں اور ابھی وہ خرچ کرتے رہیں گے۔ مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لیے پچھتاوے کا سبب بنیں گی پھر وہ مغلوب ہوں گے، پھر یہ کافر جہنم کی طرف گھیر لائے جائیں گے۔

یعنی یہ اسلام دشمنی میں نہ صرف پیسہ خرچ کر رہے ہیں بلکہ پیسہ خرچ کرتے رہیں گے۔ تا کہ اسلام کا راستہ روکا جا سکے۔ یہ پیسہ کن پر خرچ ہو رہا ہے جو ان کے ''کان'' بنے ہوئے ہیں جو ان کے لیے جاسوسی کر رہے ہیں اور جاسوسی کر کے خبریں اکٹھی کر کے معاشرہ میں فساد و فتنہ پھیلانے کی غرض سے من گھڑت جھوٹی

---

[1]۔ الانفال:36

ID22

باتیں، بے بنیاد باتیں پھیلا رہے ہیں اور آج کے دور میں ایسے کام کے لئے میڈیا سے مناسب کون سی جگہ ہوسکتی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا ہو یا سوشل میڈیا اس سے بہتر ذریعہ جھوٹ پھیلانے کا اور کیا ہوسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کی جھلک ہمیں میڈیا پر گاہے بگاہے نظر آتی ہے۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو مخالفین اسلام سے اپنی کسی احساس کمتری یا کسی اور سماجی یا نفسیاتی وجہ سے مرعوب ہے۔ قرآن پاک نے ان کا بھی حال بیان کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہوں نے دوست بنایا ہے ایک ایسے گروہ کو جو اللہ کا مغضوب ہے؟ وہ تمہارے ہیں نہ ان کے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی اکثر و بیشتر میڈیا پر نظر آتے ہیں ان کی کچھ علامات ہیں جنہیں پہچاننے کی ضرورت ہے جو اللہ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے ہیں۔

اولاً یہ لوگ نام کے تو مسلمان ہوتے ہیں۔ دوئم: دشمنان اسلام کو اپنا دوست بناتے ہیں یا ان کی طرف مائل ہوتے ہیں انہیں اپنا قبلہ و کعبہ سمجھتے ہیں اور اپنے نظریات پر پکے ہونے کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کی بدبختی یہ ہوتی ہے کہ نہ تو کفار میں سے ہوتے ہیں نہ مسلمانوں میں سے۔ نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے۔

یہ لوگ دین حق کو روکنے کے لئے اپنا پورا زور لگاتے ہیں اور ہر ممکن جھوٹ بولتے ہیں جھوتی قسمیں کھاتے ہیں لیکن سب بے سود و لاحاصل۔ قرآن پاک نے ان کو "حزب الشیطان" یعنی شیطان کی پارٹی قرار دیا

۱۔ المجادلہ:14

122

ہے یہی لوگ خسارے والے ہیں ان میں سے جو پیسہ کمانے کے لئے ایسا کرتے ہیں یا جو مال و دولت کماتے ہیں یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن نے کفار اور غیر مسلموں کو "حزب الشیطان"، نہیں کہا بلکہ اس قسم کے غداران ملت و دین کو "حزب الشیطان" کہا ہے۔

ایسے تمام لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی خواہش نفس کو ہی اپنا خدا بنالیا ہے اور اپنے دین وایمان کو بیچ ڈالا ہے قرآن فرماتا ہے:

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ﴾(۱)

ترجمہ: کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا ہو؟

یہ لوگ راہ راست پر بھی نہیں آسکتے اس قسم کے لوگ اکثر مختلف چینلز پر بیٹھے تبصرے کرتے نظر آتے ہیں ان کے تبصروں سے ان کے حالات ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں۔ میڈیا ان کو پروموٹ کر رہا ہوتا ہے اور اکثریت میں یہ لوگ معاشرہ کے متمول یعنی امیر طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں یہ بھی ایک عمرانی حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرے کے متمول طبقہ پر اس معاشرے کی سمت طے کرنے کا دارومدار زیادہ ہوتا ہے۔ اس طبقہ کو (trend setter) کہا جاتا ہے۔ اسی معاشرتی اور عمرانی حقیقت کا ذکر قرآن کی اس آیت میں کچھ اس طرح نظر آتا ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾(۲)

ترجمہ: جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے

۱۔ الفرقان:43

۲۔ ال إسراء:16

D22

ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

یعنی مخالفین اسلام پیسہ استعمال کرتے ہوئے اسلام کا راستہ روکنے کے لئے میڈیا کے ذرائع استعمال کرتے ہیں اس میں اپنے خرید کردہ جاسوس نمائندے یا وہ لوگ جو اپنی کسی ذاتی دنیاوی لالچ کی وجہ سے کفار کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کو استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً معاشرے کے متمول طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تمام حرکات کا مجموعی اور منطقی نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ معاشرہ بربادی اور تباہی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

ایسے لوگ نہ اِدھر کے ہوتے ہیں نہ اُدھر کے۔ نہ مسلمان پورے نہ کافر، دعویٰ مسلمان ہونے کا کرتے ہیں اور اپنے کردار و گفتار سے کفر اور اسلام دشمن قوتوں کو تقویت پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ ایک جملہ اسلام کی شان میں دوسرا اس پر تنقید کے لئے۔ ایسے لوگ اپنی تقریر سے فوراً پہچانے جاتے ہیں اور میڈیا پر گاہے بگاہے نظر آتے رہتے ہیں۔ قرآن نے ان کی قلبی حالت کو مندرجہ ذیل آیتِ مبارکہ میں کیا خوب واضح کیا ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ﴾(۱)

ترجمہ: اللہ نے کسی شخص کے دھڑ میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔

ایسے ایجنٹوں کے چہرے سارے معاشرے میں بالعموم اور میڈیا پر بالخصوص نظر آتے ہیں ان کی شناخت کیلیے سورۃ المجادلۃ میں ہی وضاحت فرما دی ہے۔

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

۱۔ الاحزاب:4

22

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (14) أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ
سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (15) اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (16) لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (17) يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا
فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ
الْكَاذِبُونَ (18) اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَئِكَ حِزْبُ
الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾(۱)

ترجمہ: کیاتم نے دیکھانہیں ان لوگوں کوجنہوں نے دوست بنایا ہے ایک ایسے گروہ کو جو اللہ کا مغضوب ہے؟ وہ تمہارے ہیں نہ ان کے، اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے، بڑے کرتوت ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے جس کی آڑ میں وہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اس پر ان کے لیئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ سے بچانے کے نہ ان کے مال کچھ کام آئیں گے نہ ان کی اولاد۔ وہ دوزخ کے یار ہیں، اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا، وہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اس سے ان کو کچھ کام بن جائے گا۔ خوب جان لو، وہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار ہو، شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

۱۔ المجادلہ:14-19

22

ان کے بالکل برعکس اس ہی سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالی نے ان لوگوں کی نشاندہی بھی کردی جن کو حزب اللہ ہونے کا یعنی اللہ کی پارٹی ہونے کا شاندار خطاب ملا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[1]

ترجمہ: تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر یا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو، اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اعمال سے کوشش کریں کہ ہمارا شمار حزب اللہ میں کیا جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا مانگتے رہنا چاہیے اور ہمارا اصل کام اپنا حال درست رکھنا اور دوسروں کو دعوتِ حق دینا ہے بس یہ ہی کام ہم کرتے چلے جائیں۔

۱۔ المجادلہ:22

اسلام کی مسخ شدہ شکل:

''مغربی'' برائے نام عالمی میڈیا ہو یا ہمارے اپنے میڈیا کا ایک مخصوص حصہ گاہے بگاہے اسلام کی ایسی عجیب وغریب تشریحات سننے کوملتی ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دین میں نئے نئے شوشے نئی نئی اختراعات، عجیب وغریب توجیہات اور عجیب وغریب چہرے طرح طرح کے فتنے۔ یہ سب میڈیا پر صبح شام ہو رہا ہے۔ دیکھ کرسن کر دل کُڑھتا ہے لیکن کوئی تو ہے کہ ایسی باتیں بطور مشن کر رہا ہے اور کرائے جا رہا ہے کہ ایسا کرنا اس کے ایمان کا حصہ اور دینی فریضہ ہے۔

میڈیا میں ایسے مباحث اکثر سننے کو ملتے ہیں جن میں کوئی ایک شخص اسلام کے کسی حکم کی عجیب وغریب تشریح کر رہا ہوتا ہے اور دیگر شرکا مباحثے میں مشغول ہوتے ہیں۔ یا کوئی ایک صاحب ہی اپنی رائے بصورت لیکچر دے رہے ہوتے ہیں۔ میڈیا کو اس کی پروا نہیں ہوتی کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی اختلافی بات کرے جس کے نتیجہ میں گرم گرم بحث چھڑ جائے تو سبحان اللہ میڈیا کی تو چاندی ہوگئی۔ زیادہ لوگ اس کو دیکھیں گے یا سنیں گے۔ زیادہ اشتہار ملیں گے۔ زیادہ پیسے بنیں گے۔([1]) اور اپنا دامن صاف رکھنے کے لئے میڈیا کے پاس چند خوش نما گھڑے گھڑائے گھسے پٹے جملے ہیں کہ معاشرے میں (Dialogue) مکالمہ ہونا چاہیے، ہم دونوں یا سب نقطہ نظر پیش کرتے ہیں فیصلہ ناظرین کا ہے۔ اگر مزید اعتراض کیا جائے تو انتہا پسندی اور برداشت کی کمی کا تمغہ تیار ہوتا ہے۔ گاہے بگاہے یہ چلتا رہتا ہے اور یہ صدیوں سے چل رہا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن کیونکہ فی زمانہ میڈیا کی پہنچ اور اسکی رفتار نہایت تیز ہوگئی ہے لہٰذا ایسے حربوں سے نمٹنے کے لیے اتنا ہی مستعد رہنے کی ضرورت ہے۔

یہ بات درست ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں مکالمہ اچھی اور مثبت چیز ہے، مکالمہ یا dialogue ہونا چاہئے

---

[1] اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں: ﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾ [التوبة: 65] ترجمہ: ان سے کہو کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟

ID22

لیکن اسکے بھی تو کوئی اصول ہونے چاہئیں۔ کم سے کم یہ اصول تو ہونا چاہئے کہ جس موضوع پر مکالمہ ہو رہا ہے اس پر گفتگو کرنے والے اس موضوع کے ماہر تو ہوں۔ کبھی یہ دیکھنے یا سننے کو نہیں ملا کہ medical profession کے متعلق کوئی مباحثہ ہو رہا ہو یا مکالمہ ہو رہا ہو اور ڈاکٹروں کے ایک طبقے کی نمائندگی کوئی عطّار کر رہا ہو یا کوئی ''سوشل ورکر'' کر رہا ہو جس نے کبھی Medical Science پڑھی ہی نہ ہو۔ یا معاشیات پر تبصرہ کرنے کے لئے ایک مشہور گلوکار بٹھا دیا جائے یا Shakespear کے ڈراموں کی خصوصیات کوئی ایسا شخص بیان کر رہا ہو جس کو انگریزی تو پڑھنی نہ آتی ہو لیکن چند ایک ڈراموں کا اردو ترجمہ ضرور پڑھا ہو اور دعویٰ یہ کرے کہ Shakespear کو سمجھنے کے لئے انگریزی زبان کا آنا کوئی ضروری اور لازمی بات تو نہیں۔ ایسے مکالمے اور ایسے Dialogue ہمیں اکثر و بیشتر میڈیا پر نظر آتے ہیں۔ سوشل میڈیا تو ویسے ہی آزادی اظہار کی ایک کھلی منڈی ہے لہٰذا معاشرے میں مکالمہ ہونے کی دلیل تو ٹھیک ہے لیکن اس کا صحیح اطلاق کم ہی نظر آتا ہے۔

ایسی واردات کو مزید مئوثر بنانے کے لیے مخالفین اسلام نے ایک اور طریقہ بھی ایجاد کر لیا ہے کہ اسلام کا پیغام یا تو مسخ کر دو اور اگر مسخ نہیں کر سکتے تو ایسے انداز میں یا ایسی شخصیت کے ذریعہ دو کہ اثر زائل ہو کر رہ جائے، کسی ایسی ''اعلیٰ شخصیت'' کے ذریعہ جس کے کئی سکینڈلز معاشرے میں زبان زدِ خاص و عام ہوں تا کہ پیغام دینے والے کی دین کے حوالے سے کمزور شخصیت کی وجہ سے پیغام غیر مؤثر ہو جائے۔ یہ ہیں میڈیا کے کرتب، یا زیادہ درست یہ ہوگا کہ یہ وہ کرتب ہیں جو ہم صبح و شام میڈیا پر دیکھتے ہیں ان لوگوں کے جو اس کے انتظامی امور دیکھ رہے ہیں۔ میڈیا خود تو کچھ بھی نہیں وہ تو انتظام جیسے چلایا جائے گا چلے گا جیسے ایکسیڈنٹ ڈرائیور کی غلطی سے ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کے گاڑی کی ٹکر ہو گئی یا گاڑیاں ٹکرا گئیں جیسے خود کوئی با اختیار چیز ہوں۔ یہی حال کچھ میڈیا کا ہے وہ تو ایک ذریعہ ہے۔ برا یا اچھا میڈیا نہیں میڈیا چلانے والے لوگ ہیں۔

کھیل تماشہ بطور متبادل:

معاشیات میں طلب اور رسد بمعنی (Supply Demand) کے نظریے سے ہم سب واقف ہیں کہ جس چیز کی جتنی طلب ہوگی اتنی ہی اس کی رسد بھی بڑھ جاتی ہے لیکن ایک نظریہ، اس کے بالکل اُلٹ بھی کارفرما ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کسی چیز کی بلاضرورت رسد بھی اسکی طلب بڑھا سکتی ہے۔ معاشیات کی زبان میں اس کو (Says principle) کہتے ہیں۔ یہ دوسرا نظریہ ہمیں میڈیا کی دنیا یعنی معلومات اور خبر کی منڈی میں زیادہ مؤثر طور پر کارفرما نظر آتا ہے کہ اگر کسی چیز کی طلب منڈی میں ہے ہی نہیں تو بھی اس کو بار بار پیش کر کے اسکی طلب پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس عمل کو میڈیا کی دنیا میں مختلف اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی اہم یا خاص معلومات سے لوگوں کی توجہ ہٹانے، کسی نئے نظریہ یا (Trend) کو فروغ دینے، کسی مخصوص نظریے کا پراپیگنڈا کرنے، کسی خاص نظریہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے یا بدلنے کے لئے وغیرہ وغیرہ۔

خبر اور معلومات کی منڈی میڈیا میں یہ عمل اسلام کے خلاف ایک سے زیادہ وجوہات کی بنا پر اور ایک سے زیادہ طریقے سے کارفرما ہے۔ اولین وجہ تو یہ ہے کہ اسلام کا پیغام روکا جائے۔ جتنا پہنچے وہ بھی حتی المقدور غلط یا نامکمل پہنچے اور لوگوں کے پاس متبادل طور پر اتنا کھیل تماشا دیکھنے اور سننے کو ہو کہ وہ دین کی باتوں تک رسائی حاصل ہی نہ کر سکیں۔

دشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ بھی کوئی نیا نہیں ہے ایسا ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے ایسے ہی لوگوں کا قرآن میں واضح ذکر ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ

22

﴿وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾(۱)

ترجمہ: اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اسے راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

مذکورہ بالا آیت کا شان نزول جاننے سے آج کے میڈیا اور اس میں موجود "لہوالحدیث" شاید زیادہ بہتر سمجھ آجائے۔ عہد نبوی میں کفار تبلیغ اسلام اور قرآن کی دعوت کا اثر زائل کرنے کے لئے طرح طرح کے متبادل طریقے سوچتے تھے کہ لوگوں کو ان باتوں میں مشغول کر دیا جائے تو شاید ان کا دھیان قرآن کی طرف مائل نہ ہو ایسی تمام حرکات کو مذکورہ آیت میں لہوالحدیث کا نام دیا گیا ہے۔ جیسے ایک شخص جسکا نام نضر بن حارث تھا وہ تاجر تھا اور تجارت کی غرض سے ایران کا سفر کرتا تھا واپسی پر اہل فارس کی داستانیں اور کسریٰ کے تاریخی قصے خرید کر لاتا اور کفار کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تم کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں۔ میں تم کو اس کے متبادل کے طور پر رستم اور اسفندیار کے قصے سناتا ہوں اور کفار مکہ وہ قصے سنا کرتے تھے۔ ایک اور شخص تھا جو ایک گانے والی کنیز صرف اس غرض سے خرید کر مکہ لایا کہ لوگ قرآن کی تلاوت سن کر اس کی طرف مائل نہ ہو جائیں لہٰذا وہ کنیز بطور متبادل ناچ گانا کرتی تھی۔ ایسی حرکتوں کو قرآن نے لہوالحدیث کا نام دیا ہے۔ جس کو مجموعی طور پر ہم آج کی زبان میں entertainment کا نام دے سکتے ہیں۔ لہو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو غفلت میں ڈال دے اور حدیث بات کو کہا جاتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ "یشتری" بھی قابل غور ہے کہ وہ لوگ "خرید" کر لاتے تھے۔ یعنی سرمایہ کاری (investment) کرتے تھے۔ یہ سرمایہ کاری یا (investment) آج بھی میڈیا میں جاری ہے اور زوروشور سے جاری ہے اور بہت بڑے پیمانہ پر جاری ہے Film and entertainment آج کے میڈیا کا ایک بہت بڑا حصہ ہے بلکہ ایک

۱۔ لقمان:6

غالب حصہ ہے۔لوگ اس میں ایسے ڈوب جاتے ہیں اس کی جاذبیت کی وجہ سے اللہ کے راستے پر یا تو چل ہی نہیں سکتے یا اگر چل رہے ہوں تو غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ سب ایسے طریقے سے ہوتے ہیں کہ احساس تک نہیں ہوتا اس بات کا علم بھی نہیں ہوتا کہ وہ بھٹک گئے ہیں۔لہوالحدیث کے پھیلانے کا سہرا آج کے دور میں میڈیا سے زیادہ کس کے سر ہو سکتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل چند نکات قابل غور ہے:

1) لہوالحدیث یعنی کھیل تماشا Entertainment program

2) اس خیال سے الحدیث لائی جائے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا جائے، ان کو اسلام کے بدلے متبادل راستہ دیا جائے۔

3) لوگوں کو لاشعوری طور پر بھٹکا دے۔یعنی لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جائیں اور ان کو اس کا علم بھی نہ ہو۔

4) اور دعوت حق کو مذاق میں اڑا دے۔

یہی صورت آج کے میڈیا کی ہے کہ صرف اس پالیسی کے سبب میڈیا میں سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت کروڑوں روپے کی سرمایہ کاری ہو رہی ہے کہ لوگوں کو مذہب اسلام کا (Alternate) متبادل دیا جائے جس سے وہ اللہ کی راہ سے رکے رہیں بلکہ دور ہو جائیں اور جہاں موقع ملے پیغام حق کا مذاق بھی اڑایا جائے۔

ایک اور مقام پر منکرین حق کی اس ہی سوچ و عمل کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ﴾(۱)

۱۔ فصلت:26

122

ترجمہ: یہ منکرین حق کہتے ہیں" اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اس طرح تم غالب آجاؤ"۔

لوگوں کو اسلام کی دعوت پہنچنے ہی نہ دو بالخصوص قرآن تو بالکل لوگوں تک نہ پہنچنے دو یہ بات کفار کو بخوبی معلوم ہے کہ اسلام کی روح قرآن میں ہے لہٰذا وہ اپنی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ اس کی تعلیم عام نہ ہو کسی نہ کسی طرح اس میں رخنہ پڑا رہے۔ افسوس کہ ہم کو قرآن پر اتنا بھی یقین نہیں جتنا کفار و منکرین حق کو اسکی سچائی اور اس کی تاثیر کا یقین ہے

اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مسلم معاشرہ میں فحاشی پھیلائی جائے تا کہ لوگوں کو حق کی راہ سے دور رکھا جا سکے۔ عمرانیات یا کسی بھی حوالہ سے انسان کو دیکھا جائے تو ہماری دانست میں "انسان" کی مختصر ترین تعریف یہ بنتی ہے کہ ایک ایسا جانور جو کپڑے پہنتا ہو۔ منطقیوں اور فلاسفروں نے انسان کو کبھی "حیوان ناطق" کہا کہ ایسا جانور جو بولتا ہے لیکن قرآن سے اور بعد ازاں سائنس سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ جانور بھی آپس میں بول چال کا وصف رکھتے ہیں ان کی با قاعدہ بولیاں ہوتی ہیں لہٰذا صرف انسان کو نطق کے وصف کی بنیاد پر باقی جانوروں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ "حیوان ضاحک" ہے یعنی صرف یہ ایسا جانور ہے جو ہنستا ہے لیکن یہ بھی کوئی جامع تعریف نہیں۔

کبھی کسی عمرانیات کے ماہر نے اسے social animal ''سماجی جانور'' ہونے کا شرف بخشا ہے لیکن سائنس نے ہی ہمیں بتایا کہ بہت سے جانور سماج کی شکل میں رہتے ہیں مثلاً شہد کی مکھیاں، چیونٹیاں کہ ان کے ''معاشرے'' کی ایک ترتیب ہوتی ہے ایک ملکہ ہوتی ہے۔ کچھ کارندے ہوتے ہیں کچھ سپاہی اور پہرہ دار ہوتے ہیں۔ کچھ گھر یا چھتہ بناتے ہیں وہ بھی ایک نظام اور ترتیب سے بنتا ہے وغیرہ وغیرہ اسکے علاوہ حیوانی حیات میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں لہٰذا یہ تعریف بھی جامع تعریف نہیں کہ یہ وصف صرف انسان تک ہی محدود ہو۔

انسان دراصل ''حیوان لابس'' ہے یعنی ایسا جانور جو کپڑے پہنتا ہو۔ یہ وصف ایسا ہے جو کسی اور حیوان کو کرۂ ارض پر حاصل نہیں۔ انسان وہ واحد جانور ہے جو بغیر لباس کے زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ لباس انسان کی پہچان ہے جنت سے نکالے جانے کے بعد سے آج تک یہ اس کی اولین ضرورتوں میں شامل ہے۔ لفظ ''فحش'' کا اطلاق قباحت میں حد سے بڑھے ہوئے کام پر ہوتا ہے اور سرعام عریانی، فحش کاموں میں سے ایک کام ہے۔ میڈیا کسی بھی معاشرے میں عریانی پھیلانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے جو یہ کام انتہائی خوبی سے سرانجام دیتا ہے۔ یہ معاشرے کی برداشت کا امتحان لیتا رہتا ہے، میڈیا کسی بھی معاشرے کے کپڑے بہت آہستہ آہستہ اتارتا ہے۔ جب تک لوگ چیخ نہ اٹھیں میڈیا یہ کام کرتا رہتا ہے کیونکہ طلب و رسد اور رسد وطلب کے دونوں قوانینِ معاشیات، اس کے محرکات ہو سکتے ہیں۔ میڈیا نے چونکہ پیسہ کمانا ہے لہٰذا اسے اس کام سے روکا نہیں جا سکتا۔ ہمیں صرف یہ بات مدّنظر رکھنی چاہئے کہ ہم جتنے عریاں ہوتے جائیں گے اتنے ہی "حیوان لابس" کی تعریف سے نکل کر صرف حیوان بنتے جائیں گے۔

اسلام دشمن قوتوں کو اس میں فائدہ نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں عریانی اور فحاشی عام ہو کیونکہ اس میں لوگوں کو مشغول رکھنا آسان ہے، ان کی کسی دوسری طرف توجہ نہیں جائے گی حیوانی سطح پر جیتے رہیں گے۔ مغرب اپنے معاشروں میں یہ تجربہ بہت کامیابی سے کر چکا ہے۔ انسانی سطح پر آ کر لوگ شعوری، مذہبی یا دینی سوچ و عمل کی طرف مائل نہ ہوں گے۔ قرآن کریم نے اس حرکت کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی ہے کہ کچھ لوگ مسلمانوں کے درمیان فحاشی پھیلانے میں لگے ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (19) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾(۱)

۱۔ النور:19-20

22

ترجمہ: اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ خدا نہایت مہربان ورحیم ہے۔

الغرض کفار میڈیا کو ہر اس متبادل چیز سے پُر کر رہے ہیں جس کی مدد سے لوگوں کو اسلام اور اس کے آفاقی پیغام سے دور رکھا جا سکے اور ان کو متبادل ''لہوالحدیث'' پیش کی جا سکے جس میں وہ ڈوبے رہیں۔

"معتدل اسلام" کا شوشہ:

اگر کسی شخص کا ایک سے زیادہ لوگوں سے مباحثہ ہو رہا ہو اور اس کے مخالف گو ایک ہی نقطہ نظر کے حامی ہوں لیکن مختلف الانواع ہوں تو ان کی اکائی اور اتحاد توڑنے کے لیے جو نفسیاتی وار کیا جا سکتا ہے وہ یہ کے ان میں تفریق پیدا کی جائے کچھ کو کہا جائے کہ ہاں تم باقیوں سے مختلف ہو کچھ معقول بات کرتے ہو باقی تو بالکل مجنون ہیں۔ بیوقوف ہیں، متشدد ہیں بالکل بات سمجھتے ہی نہیں۔ آؤ کوئی درمیانی راہ نکالتے ہیں۔ یہ نسخہ اکثر زود اثر ثابت ہوتا ہے۔ یہی معاملہ مخالفین اسلام کا اسلام اور مسلمان کے ساتھ ہے کہ کچھ باتوں کو تو مانتے ہیں اور کچھ کو نہیں۔ کچھ مسلمانوں کو بے وقوف اور متشدد گردانتے ہیں اور کچھ کو کہتے ہیں کہ یہ معتدل ہیں حالانکہ اسلام اسلام ہے اور مسلمان مسلمان معتدل اسلام نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی جن معنوں میں اسلام دشمن اس کو لیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے نماز روزے کا پابند نہیں کبھی کبھی شراب بھی پی لیتا ہے ایسے ''مسلمان'' سے کیا ڈرنا یہ اپنے آپ کو کچھ بھی کہے بھلے کسی بھی نام سے اپنے آپ کو موسوم کرے بلکہ سارے مسلمان ایسے ہی ہو جائیں تو کیا کہنا یا کوئی شخص مسلمان تو ہے لیکن اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ اور غیر اسلامی سمجھتا ہے۔ کچھ احکام الٰہی مانتا ہے کچھ نہیں۔ اس رویے کو 'معتدل اسلام' کے نام سے متعارف کرانا اور اسے میڈیا میں فروغ دینا۔ اس کے حق میں دلائل لانا اور مباحثے کرانا دشمنان اسلام کا عام شیوہ ہے۔

یہ ایسا حربہ ہے کہ اچھے خاصے سمجھدار لوگ اس جال میں پھنس جاتے ہیں۔ جب انہیں یہ سننے کو ملتا ہے کہ ''واہ صاحب آپ تو واقعی اصلی مسلمان ہیں'' موصوف یہ تعریف سن کر خوشی سے پھول جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ مخالف آپ کے منہ پر طمانچہ مار رہا ہے کہ شاباش اللہ اور اسکے رسول کی کچھ باتوں کو مانو اور کچھ کو نہیں! یہ رویہ انتہائی خطرناک طور پر فتنہء انکار حدیث کی شکل میں نمودار ہوتا رہتا ہے اور کبھی کم اور کبھی زیادہ میڈیا پر مختلف انداز میں نظر آتا رہتا ہے۔قرآن پاک نے اس رویے کی وضاحت بھی کی اور مذمت بھی ارشاد ہوتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (150) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا﴾(۱)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیّا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہوگی۔

یاد رکھیں کہ معتدل اسلام کوئی چیز نہیں ہوتی، اسلام اسلام ہے یہ اپنے مخالفین کی نظر میں کبھی معتدل اور کبھی متشدد ہوتا رہتا ہے۔انہیں اپنی سمجھ اور ضرورت کے مطابق چاہیے ہو، تو ''افغان جہاد'' کے لیے خزانے حاضر، ضرورت نہ ہو تو سوئٹزرلینڈ میں مسجد کے مینارے نہیں بن سکتے، فرانس میں مسلمان عورت اپنا سر نہیں ڈھانپ سکتی۔ عجیب حیوانی معاشرہ ہے کہ لباس جو کہ شرف انسانی ہے اور انسان کو دیگر حیوانوں سے ممیز کرتا ہے اس کے پہننے پر پابندی اور اس کے اتارنے کی آزادی ہے۔ ایسی اقوام کا کیا کہنا، ان کی اعتدال اور تشدد کی کیا

۱۔ النساء:150، 151

122

معتبر تعریف ہوسکتی ہے۔ ایسی سیکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن بغرض اختصار اشارہ ہی کافی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے ہم اپنے آپ کو جانیں اور قرآن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام کو سمجھ کر اس پر مکمل عمل پیرا ہوں۔ قرآن اس "معتدل اسلام" کے نظریے کی کلی طور پر نفی کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾[1]

ترجمہ: دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

اسلام مسلمان کے لئے تو مکمل ہے۔ بس اسلام جیسا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں دے دیا اور بتادیا ہے کہ یہ کوئی محض خیالی فلسفہ نہیں بلکہ عمل کا نام ہے۔ اس کا معتدل اور متشدد ہونا تو مخالفین پر منحصر ہے۔ جیسا پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اگر اس کی ضرورت کفار کو ہو تو مجاہدِ اسلام کے ہاتھ میں بندوق دنیا میں امن کی علامت نظر آتی ہے اور سارا مغربی میڈیا اس کو ویسے ہی دکھاتا ہے اگر ضرورت نہ ہو تو ایک عام مسلمان گھریلو عورت کے سر پر سکارف تشدد اور انتہا پسندی کی علامت بن جاتا ہے اور سارا مغربی میڈیا اور سوشل میڈیا میں موجود ان کے چیلے اس کو ایسا ہی دکھاتے ہیں۔

یاد رہے قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾[2]

۱۔ البقرہ:208

۲۔ البقرہ: 120

122

ترجمہ: یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے، جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔ ورنہ اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے، تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے۔

"معتدل اسلام" مسلمانوں کا مسئلہ نہیں یہ اس کے مخالفین کا مسئلہ ہے اور معتدل اسلام کی ایک ہی صورت اور تعریف ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مکمل اتباع کی جائے۔ یہی تعریف ان کو قابل قبول ہے کیونکہ یہ مسئلہ بھی انہی کا ہے۔ لہٰذا حسبِ ضرورت میڈیا کے ذریعے تعین بھی وہ ہی کرتے ہیں کہ مسلمان کیسا ہونا چاہئے اور کیسا نہیں۔ ایسے مسلمان کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا لینا دینا مؤمن تو بس اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا میں راضی ہوتا ہے۔

اسلام کے متبادل عقائد اور خرافات قابل قبول ہیں:

مغربی میڈیا کا یہ وصف خاص ہے کہ ان کو اپنے علاوہ کسی دوسرے کی کوئی اچھائی نظر ہی نہیں آتی اور دوسروں میں صرف برائی اور خرابی ہی نظر آتی ہے۔ ان کی اپنی برائی اول تو نظر ہی نہیں آتی اور اگر مجبوراً دکھانی پڑ بھی جائے تو اس طریقہ سے دکھاتے ہیں کہ بالکل چھپ جائے یا اس کا اثر ہی زائل ہو جائے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو ہمارے میڈیا کو مغربی میڈیا سے بالخصوص سیکھنے کی ضرورت ہے۔(۱) مغربی میڈیا کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ ان کو دوسروں کی آنکھ میں تنکا تو نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ میں شہتیر نظر نہیں آتا تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔

۱۔ سن 2011ء میں لندن میں ہونے والے فسادات کو جس مثبت طریقے سے کور کیا اور ان فسادات پر قابو پانے میں میڈیا نے کیسے مدد کی وہ کسی بھی ملک کے لئے میڈیا کے مثبت کردار کی اعلیٰ ترین مثالوں میں سے ایک ہے۔

I22

اس رویے کے باوجود کبھی کبھی مغربی میڈیا ایسے عقائد وخرافات کو جوان کے اپنے مذہب کے بھی مخالف ہیں فروغ دیتا نظر آتا ہے۔ یہ بھی ایک باقاعدہ پالیسی کا نتیجہ ہے کہ جہاں اسلام کو خود روک سکتے ہو روکو اور جہاں اپنا بس نہیں چلتا تو وہاں دوسروں کو تقویت دو۔ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ تمام مخالفت کے باوجود اسلام دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا ایک مذہب ہے اس کو روکنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ متبادل عقائد ونظریات کو جتنی تقویت دی جاسکے دی جائے تاکہ مسلمان کو تبلیغ کرنے کے لئے کم سے کم جگہ ملے۔ الحمدللہ آج تک تو اس رویے سے کوئی فرق نہیں پڑا کیونکہ: ﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾[1] کے مطابق باطل مٹنے کے لئے ہی ہے۔

اہل کتاب جن کو آج کے عالمی سیاسی پس منظر میں ''مغرب'' سے بآسانی موسوم کیا جاسکتا ہے صدیوں پہلے بھی یہ ہی حرکت کرتے تھے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾[2]

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصّہ دیا گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ جِبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

اس آیت میں لفظ جبت استعمال ہوا ہے جس کے معنی اوہام اور فضول چیز کے ہوتے ہیں۔ یعنی فال، جادو، ٹونا، جوتش، رمل، یوگ وغیرہ جیسی خرافات (evil worship) شیطان کی پوجا وغیرہ سب اس میں شامل

---

[1]۔ الاسراء:81

[2]۔ النساء:51

ہے اور وہ غیر مسلم جو اہل کتاب نہیں ان کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی جارہی ہوتی ہے کہ اسلام قبول کرنے سے بہتر یہ متبادل ہے۔ ایسی چیزوں میں ذہنی وروحانی سکون ملتا ہے۔ ستاروں کی چال سے مستقبل معلوم کریں، تیر اور پانسے سے قسمت کا حال جانیں، جوتش وغیرہ میں روحانی سکون ہے۔ ان سب چیزوں کو میڈیا میں فروغ دیا جاتا ہے کہ انسان بنیادی طور پر روحانی اور ذہنی سکون کا متلاشی ہے لہٰذا اس سے قبل کہ کوئی ایسا ہی سکون کا متلاشی شخص دین حق تک پہنچ جائے اس کو ایسی خرافات میں الجھائے رکھو۔

اہل کتاب اگر ایسا کرتے ہیں تو ان کے اس فعل کی وجہ تو سمجھ آتی ہے لیکن اس رویے کی بازگشت ہمیں اپنے میڈیا میں بھی کبھی کبھی نظر آتی ہے۔ جس کو کم علمی اور اپنے دین خصوصا قرآن سے دوری سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ایسی خرافات کا ایک مسلمان کے پاس اس کے علاوہ اور کیا سبب ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنی کتاب کبھی پڑھی نہ ہو۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کو عام کیا جائے، حق کے متلاشی لوگوں کو دین حق کی طرف اپنے قول اور فعل سے متوجہ کیا جائے تا کہ ان کو کسی اور متبادل طریقے پر چلنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔

"روشن خیالی" کا راگ:

روشن خیالی کا راگ دن رات ہمارے میڈیا پر الاپا جاتا ہے۔ یہ روشن خیالی ہے کیا؟ اس کی تعریف آج تک سامنے نہیں آسکی البتہ جو کچھ روشن خیالی کے نام پر ہوتا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ''روشن خیالی'' مغرب کی اندھی تقلید کا نام ہے۔ اپنے مخصوص سیاسی حالات سے گزرتا ہوا مغرب جس سیاسی یا سماجی نتیجہ پر پہنچا وہی ٹھیک ہے لہٰذا ہمارے لئے قابلِ تقلید ہے۔

ہمارے درمیان اچھی خاصی تعداد میں ایسا طبقہ موجود ہے جو مغرب کی ظاہری معاشی یا مادی ترقی سے مرعوب ہے لہٰذا اس کو قابل تقلید سمجھتا ہے اور اس تقلید کو ہی وہ ''روشن خیالی'' کا نام دیتا ہے۔ اپنے مسئلے کا

D22

حل مغرب کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے۔ اس طبقہ کا reference point ہی مغرب ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن کی تفصیل از خود ایک کتاب کا موضوع بن سکتا ہے۔ اسباب کچھ بھی ہوں یہ لوگ واقعتاً مغرب کی تقلید کو ہی بہتر مستقبل کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دعویٰ مسلمانی کا کرتے ہیں لیکن ان کا قبلہ مغرب ہی رہتا ہے جس کا اظہار اپنے قول وفعل سے کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾(۱)

ترجمہ: اے نبی! تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعوٰی تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔ یہ بھی جدید کاروباری دنیا کا ایک نفسیاتی اور کاروباری آزمودہ نسخہ ہے کہ کسی بھی چیز کو اگر خوشنما نام دے دیا جائے تو اس چیز کی حقیقت تک لوگوں کی نظر عموماً نہیں جاتی۔ یہ عمل عموماً کاروبار کے شعبے مارکیٹنگ (Marketing) میں کارفرما ہوتا ہے۔ مثلاً کسی بھی رنگین شربت کو پھلوں اور پھولوں کے شربت کے نام سے موسوم کر کے بیچا جائے تو خریدار اس کے نام سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ کسی بھی ناخالص یا مصنوعی طور پر بنی ہوئی چیز کو اصلی، خالص اور زیادہ مفید ظاہر کیا جائے اور اس

۱۔ النساء:60

کو ایک خوشنما اور دلفریب نام بھی دیا جائے تو عام خریدار زہر قاتل کو بھی قند سمجھ لیتے ہیں۔ یہی حال "روشن خیالی" کی اصطلاح کا ہے۔ ظاہر ہے روشن خیال نہ ہونے کا دعویٰ کون کرے گا لیکن "روشن خیالی" ہے کیا؟ اس کا تعین بھی تو ضروری ہے۔ اس حوالہ سے میڈیا کی منڈی میں مارکیٹنگ (Marketing) کا کمال یہ ہے کہ اس نے ایک مخصوص سوچ، عمل اور نظریہ کو اپنانے کا نام "روشن خیالی" دے دیا چاہے وہ "رووشن خیالی" ہو یا نہ ہو۔

ایسے لوگ ہمیشہ سے امت میں رہے ہیں حکیم الامت نے شاید ایسے ہی لوگوں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

منطق کی اصطلاح میں اگر ان کے اس قیاس کے طریقے کو بیان کیا جائے تو اس کو قیاس مع الفارق کا نام دیا جاسکتا ہے یعنی apple to apple comparison نہیں ہے۔ اوّل تو یہ کہ مغرب کوئی ایک اکائی نہیں یہ مختلف اقوام کا ایک ملغوبہ ہے۔ صرف ان کا مذہب ایک نظر آتا ہے اس میں بھی کئی فرقے ہیں جن میں آپس میں بھی بُعد المشرقین۔ پھر ان کی اپنی مذہبی تاریخ اور سیاسی تاریخ انکا اپنا اپنا سیاسی اور تاریخی منظرنامہ، اس کا اطلاق اسلام پر یا ہماری اقوام پر کرنا نامناسب بات ہے۔ اسلام اور مغرب کا موازنہ کیا، کہیں بھی دو اقوام کا تقابل نہیں کیا جاسکتا ان کی ہر ایک کے اپنے اپنے معروضی حالات ہوتے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے تجربات اور ان تجربات کے اپنے اپنے نتائج ہوتے ہیں۔

لیکن یہ مغرب زدہ ''روشن خیال'' طبقہ جو کہ میڈیا پر چھایا نظر آتا ہے شاید یہ سوچنے سے بھی قاصر ہے کہ مغرب کے علاوہ بھی کہیں سے ''روشنی'' مل سکتی ہے۔ یہ مغرب زدہ لوگ مسلمانوں کو اکثر بیوقوف سمجھتے ہیں اسی قبیل کے لوگوں کے ایسے رویے کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

22

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو انہوں نے یہی جواب دیا کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ خبردار! حقیقت میں تو یہ خود بیوقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں ہیں۔

ان مغرب زدہ لوگوں کو وہ لوگ جو اسلام کو اپنا دین مانتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں وہ بیوقوف نظر آتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ درحقیقت خود ہی بیوقوف ہیں۔ اور واقعی یہی لوگ بیوقوف ہیں جو اپنا قیاس ایسی قوم پر کرتے ہیں جس کا یہ حصہ نہیں۔

ان کی اس سوچ کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ صرف دنیا کی ظاہری ترقی جو کہ اصل سے زیادہ میڈیا کی بنائی ہوئی ہے، اس کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ جزا سزا کے تصور پر ایمان، نہ آخرت پر یقین، اپنی سوچ اور اس کے مطابق اپنے اعمال پر اتراتے ہیں۔قرآن میں ایسے لوگوں کی اس ہی کیفیت کے متعلق ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ﴾(۲)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے ان کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے اس لیے وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن

۱۔ البقرہ:13

۲۔ النمل:4

يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾(۱)

ترجمہ: (بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے۔ پس (اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خواہ مخواہ تمہاری جان ان لوگوں کی خاطر غم وافسوس میں نہ گھلے۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

یہ روشن خیالی کا بھوت جو ہمارے میڈیا پر چھایا نظر آتا ہے اور ہمارا میڈیا اس کو بطور متبادلِ اسلام پیش کرنے میں پیش پیش ہے۔اس کے ماننے والے ان "روشن خیال" لوگوں کو نہ جانے کب یہ خیال روشن آئے گا کہ وہ مادی ترقی جس کے یہ متلاشی ہیں اس کا تعلق "اسلام دشمنی" سے نہیں بلکہ محنت اور اپنے اور دوسروں کے ساتھ معاملات میں ایمانداری سے ہے۔

خلاصہ:

اس حصے میں اسلام کے خلاف وہ حرکات جو کہ ہمیں میڈیا میں روزمرہ بنیاد پر نظر آتی ہیں اور سنائی دیتی ہیں ان کو الگ الگ دس اقسام میں بیان کیا ہے جو کہ کوئی نئی نہیں ہیں بلکہ صدیوں پرانی ہیں صرف جدید میڈیا کی وجہ سے شاید ان کی اصل صورت ہماری نظروں سے اوجھل رہتی ہو۔ان سب حرکات اور رویوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔اس لیے ہر عنوان کے تحت بحث میں قرآنی حوالے موجود ہیں۔ ہر عنوان کے تحت اسلام کے خلاف ہونے والی جس بھی کارستانی کا ذکر کیا گیا ہے اس میں ان حرکات کے ساتھ ساتھ ان کے ہونے یا کرنے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ان سے بچنے یا تدارک کے طریقے نہیں بتائے گئے کیونکہ ان

۱۔ فاطر:8

22

سازشوں کے صحیح ادراک ہی ان کے تدارک کا طریقہ ممکن ہے۔ بطور مسلم ناظر ہمارے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، یہ وہ باتیں یا طریقے ہیں جن سے اسلام کے پیغام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا ممکنہ اندیشہ ہے:

1- دین اسلام، تعلیمات اسلام، مبلغین اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر یا استہزا۔

2- مسلمانوں پر کسی نہ کسی طرح سحر زدہ یا (Brain washed) یا ماؤف الذہن ہونے کا الزام۔ اسلامی تعلیم اور خصوصاً مدارس دینیہ کے خلاف مہم تا کہ تعلیم اور تبلیغِ اسلام کی راہ روکی جا سکے۔

3- اکابر اسلام اور مختلف مکاتب فکر کے علماء پر مختلف طرح کے الزامات تا کہ ان کے کلام کا اثر زائل کیا جائے اور ان کی شخصیت مسخ کی جا سکے۔

4- دین کامل اسلام کو محض عبادات تک محدود کرنے کی کاوش، دین اور دنیا کو الگ کرنے کا مطالبہ۔ خصوصاً سیاست اور دین کو الگ الگ رکھنے کی کوشش۔

5- میڈیا کی دنیا میں اغیار کے نمائندوں کی موجودگی، اس کی وجہ اور ان کا طریقۂ کار۔

6- اسلام کی غلط تشریحات، بعید از قیاس تاویلات کو فروغ دینے کی کوشش تا کہ اس کی شباہت مسخ کی جا سکے۔

7- لوگوں کو کھیل تماشہ اور (Entertainment programs)، ناچ، گانے میں الجھائے رکھنا۔

8- اسلام دشمنی کو "روشن خیالی" کے نام پر فروغ دینا۔

9- اسلام کے علاوہ دیگر نظریات کو متبادل کے طور پر فروغ دینا۔

10- "اعتدال پسندی" کے نام پر اسلامی تعلیمات کے خلاف زہر اگلنا۔

حصہ سوم

اسلام کا نظریہ سماع و ابلاغ:

یہ بات جان لینے کے بعد کہ میڈیا کیا ہے؟ اس کو کون کون کیسے اور کس غرض سے چلا رہا ہے؟ میڈیا کا وجود کسی بھی معاشرہ میں کتنا اہم اور مؤثر ہے؟ اس کی پہنچ کہاں تک ہے؟ ہم نے یہ بھی جان لیا کہ اسلام دشمن میڈیا کو اسلام کے خلاف کس کس طرح استعمال کر رہے ہیں اور ان کی وجوہات کیا کیا ہیں؟ اب سب سے اہم سوال یہ ابھرتا ہے کہ اسلام اس معاملے میں ہماری کیا راہنمائی کرتا ہے وہ اس سارے معاملہ کو کیسے دیکھتا ہے۔ کتاب کے اس حصے میں ہم اس ہی سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے کہ میڈیا کی دنیا بلکہ میڈیا کی منڈی میں زندہ رہنے کے متعلق ہمارے دین کا نقطہ نظر کیا ہے؟ اس حصے میں پہلے ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ میڈیا کی دنیا میں اسلام ہمیں بطور سامع کیسے رہنا سکھاتا ہے اور بطور ناشر ہم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ ان دونوں سوالوں کے جواب میں جو صورت سامنے آئے گی اسے ہم بجا طور پر اسلام کا نظریہ سماع و ابلاغ کا نام دے سکتے ہیں۔ یعنی ایک مکمل Islamic theory of media ہمارے سامنے ہوگی۔

ذرائع ابلاغ کی ہیجانی دنیا میں اپنا قبلہ کیسے درست رکھا جائے:

معلومات کی یہ دنیا جس میں ہم سانس لے رہے ہیں جس میں ہر پل، ہر لمحہ معلومات کی ایک بوچھاڑ ہے یا یوں کہیں کہ ایک یلغار ہے جو ہر طرف سے ہو رہی ہے۔ اخبارات، جرائد، ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ،

[22]
ہمارے ٹیلیفون وغیرہ سب کے سب معلومات بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہیں جن سے مفر ممکن نہیں یہ معلومات ہر موضوع اور ہر نوعیت کی ہوتی ہیں اور ہوسکتی ہیں۔خبریں،تبصرے، مقالے، ڈرامے، لطیفے، کہاوتیں، کہانیاں، افواہیں، گپیں، علم ودانائی کی باتیں، لغو وفضول بکواس الغرض ہر وقت، ہر لمحہ معلومات ہے کہ ہم تک پہنچ رہی ہے۔ کچھ کام کی، کچھ بیکار، کچھ پر ہم کان دھرتے ہیں اور کچھ کی پرواہ بھی نہیں کرتے لیکن پھر بھی جو معلومات ہمارے احاطہ ادراک میں آتی ہیں وہ کچھ نہ کچھ اپنا اثر ضرور چھوڑتی ہیں۔ کیونکہ معلومات رسانی کے ساتھ ساتھ اس کے طریقہ کار پر بھی اس کا انحصار ہوتا ہے کہ کوئی بات کس طرح کی جارہی ہے اور کتنی مرتبہ ہم تک پہنچائی جارہی ہے لہٰذا ہمارے لیے دو باتوں کا اہتمام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ہم اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ہمارے اپنے نظریات، عقائد، خیالات وغیرہ ویسے ہی رہیں جیسا کہ ہم ان کو رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں کچھ کرنا ہوگا ورنہ ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی اس بات کا اندیشہ غالب رہے گا کہ ہمارے نظریات، عقائد وخیالات بدل جائیں اور ہمیں خبر تک نہ ہو اگر غور کریں تو ایسی کئی تبدیلیوں کی مثالیں نہ صرف ہم کو اپنے دائیں بائیں کے قریبی لوگوں میں ملیں گی بلکہ غور کرنے پر ہمیں اپنے اندر بھی ایسی کئی تبدیلیاں مل جائیں گی۔

میڈیا کی اس منڈی، معلومات کی اس دنیا Age of information میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے کچھ قوانین، اصول اور ضوابط وضع کئے ہیں جن کو سمجھنے اور ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ اس مشق سے یہ معلوم ہوگا کہ اسلام کا میڈیا کے بارے میں نظریہ کیا ہے۔ اس معلومات اور خبر کی دُنیا میں ہم نے کیسے جینا؟ ہم نے اس صورت حال کو کس طرح دیکھنا ہے اور اس میں کس طرح زندگی بسر کرنی ہے۔

کتاب کے اس حصے میں ہم اسلام کے اس نظریے یا نقطۂ نظر کو قرآن وحدیث میں بیان کردہ اصول وضوابط کو نظر میں رکھ کر بیان کرنے کی کوشش کریں گے اگر ایسے تمام احکامات کو جمع کرلیا جائے تو اس کے

22

تجزیے سے معلوم ہوگا کہ اسلام جو ہم پر ذمہ داریاں ڈالتا ہے ان کو واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

اولاً: وہ ذمہ داریاں جو ہم پر بطور سامع یعنی کسی خبر یا معلومات کے وصول کنندہ کے طور پر ہم پر عائد ہوتی ہیں۔

ثانیاً: وہ ذمہ داریاں جو ہم پر بطور خبر گر یا بطور ناشر عائد ہوتی ہیں۔

دونوں اقسام برابر کی اہمیت کی حامل ہیں اور دونوں کو ملا کر پڑھنے سے ہی میڈیا کے بارے میں اسلام کا مکمل نظریہ یا اسلام کا نظریۂ سماع و ابلاغ (Islamic theory of media) سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ بہت ساری وجوہات کی بناء پر اوّل الذکر زیادہ اہمیت کا حامل ہے لہٰذا ہم پہلے اس کو بیان کریں گے یعنی وہ ضوابط اور اصول جو اسلام نے ہماری راہنمائی کے لئے بطور سامع وضع کئے ہیں۔ اس کے بعد وہ ذمہ داریاں بیان ہوں گی جو کہ بطور ناشر ہم پر بطور مسلمان عائد ہوتی ہیں۔

جب ہم تک کوئی معلومات یا خبر پہنچے تو بطور سامع ہم پر چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ خبر یا معلومات ہمارے لئے کتنی اہم ہے؟

2۔ یہ جاننا کہ خبر یا معلومات دینے والا کون ہے؟

3۔ خبر یا معلومات کی پڑتال کرنی کہ اس میں کتنی سچائی ہے؟

کتنی حقیقت ہے؟ کتنا افسانہ ہے؟

اس ضمن میں قرآن ہم کو چند آفاقی کلیے بتاتا ہے

پہلا اور کلیدی قرآنی کلیہ:

ایک آیتِ قرآنی اور اس کا شانِ نزول:

﴿يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِيۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِيۡنَ﴾(۱)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

مذکورہ بالا آیت کا شانِ نزول قدیم اور جدید تقریباً تمام تفاسیر میں کہیں تفصیل اور کہیں اختصار سے ایک ہی بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی الضرار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مختلف احکام الٰہی ادا کرنے کا حکم دیا جس میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی تھا۔ انہوں نے ان سب احکام کو قبول کیا اور کہا کہ میں اپنے قبیلہ میں واپس جا کر لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دوں گا اور جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ان سے زکوٰۃ بھی وصول کروں گا۔ نیز یہ بھی طے پایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں وقت اپنے کسی آدمی کو جمع شدہ زکوٰۃ وصول کرنے بھیجیں گے۔ لہٰذا وقت آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ جائیں اور بنی مصطلق سے ان کی جمع شدہ زکوٰۃ وصول کریں۔ ولید بن عقبہ کا بنی مصطلق سے زمانہ جاہلیت کا ایک جھگڑا چلا آ رہا تھا ان کے ذمے اس قبیلہ کے کسی آدمی کا ایک خون تھا۔ بنو مصطلق کی طرف جاتے ہوئے ان کے دل میں یہ خدشہ ہو کہ کہیں وہ ان کو بدلہ میں قتل نہ کر دیں۔ جب بنو مصطلق کو اس بات کا علم ہوا کہ ولید بن عقبہ ان کی طرف زکوٰۃ وصول کرنے آ رہے ہیں تو وہ ان کی آمد پر خوش دلی سے ان کا استقبال کرنے اپنے گھروں سے نکل آئے کہ کہیں زمانہ جاہلیت کے واقعہ کہ وجہ سے ولید بن عقبہ کے دل میں کوئی بات نہ آ جائے لیکن ولید بن عقبہ جب بنو مصطلق کے قریب پہنچے اور جب لوگوں کا ہجوم اپنی طرف آتے دیکھا تو خوف زدہ ہو گئے

۱۔ سورۃ الحجرات: آیت 6

اور گمان کیا کہ وہ انہیں قتل کرنے نہ آ رہے ہوں لہٰذا وہیں سے واپس مدینہ لوٹ آئے اور خبر یہ دی کہ بنو مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے یہ بات سن کر بعض صحابہ نے بنو مصطلق کے خلاف کاروائی کا مشورہ دیا اور پرزور مطالبہ کیا۔ جب یہ بات دربار رسالت تک پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک دستہ کے ساتھ بنو مصطلق کی طرف روانہ کیا اور خاص تاکید کی کہ کسی بھی کاروائی سے قبل خوب تفتیش کر لینا اور حقیقت حال معلوم کر لینا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں رات کو پہنچے اپنے لوگوں کو بنو مصطلق کی جاسوسی کے لئے بھیجا جنہوں نے اگلے دن آ کر خبر دی کہ یہ لوگ تو اسلام پر پختہ ہیں انہوں نے بنو مصطلق کی اذانیں بھی سنیں اور ان کو باجماعت نماز ادا کرتے بھی دیکھا۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ خود ان کے درمیان گئے اور خود ہر بات کا مشاہدہ کیا اور بنو مصطلق کو اپنی آمد کی وجہ بتائی اور واپس دربار رسالت میں لوٹ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے میڈیا کی اس دنیا میں اپنا قبلہ سیدھا رکھنے اور کسی بھی غلطی سے بچنے کے لئے کہ جس میں ہمیں بعد میں ندامت اٹھانی پڑے ایک سنہری کلیہ بتا دیا ہے کہ خبر کو درست یا غلط ماننے کی اصل ذمہ داری سامع کی ہے کہ وہ کوئی خبر سن کر کیا ردعمل دکھاتا ہے۔ اس خبر کو اور اس کی اہمیت مدِّ نظر رکھ کر کیا اسے من وعَن مان لیتا ہے یا اس سے منسلک دیگر عوامل پر بھی غور کرنا ہے۔ اس کلیہ کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل تین اصطلاحات کو سمجھنا ہمارے لئے اہم ہے۔

1) النباء یعنی خبر کیا ہے؟

2) فاسق کون ہے؟

3) "التبین" سے کیا مراد ہے؟

ذیل میں ہم ترتیب مذکورہ بالا تینوں اہم اصطلاحات کا جائزہ لیں گے تاکہ اس قرآنی کلیہ کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔

1. النباء سے کیا مراد ہے:

نباءعربی زبان میں خبر کو کہتے ہیں۔لیکن کیسی اور کون سی خبر؟ یہ جاننے کی ضرورت ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں خبر کی پڑتال کا حکم ہے۔اکثر لغوی مفسرین نے لکھا ہے کہ النبا کے معنی "خبر مفید" کے ہیں جو علم یا غلبہ ٔظن کا فائدہ دے۔بعض علما نے کہا ہے کہ اس کو "نہایت مفید" ہونا ضروری ہے عام اور غیر اہم معلومات کا اطلاق پرنہیں ہوتا۔کچھ کی رائے میں صرف اس خبر کو کہا جاتا ہے جس میں کذب کا احتمال نہ ہو۔بعض علما کا خیال ہے خبر کی اہمیت کا دارومدار اس چیز یا واقع سے ہے جس کے متعلق خبر دی جارہی ہے۔دراصل یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ خبر کی اہمیت اس واقعے یا چیز یا شخص وغیرہ سے منسلک ہے جس کے بارے میں وہ خبر دی جارہی ہے۔کیونکہ ہر خبر سننے والے کا اپنا اپنا زاویہ ہوتا ہے اور اپنا اپنا مفاد اور دلچسپی منسلک ہوتی ہے اور وہ دلچسپی ہی اس شخص کے لئے کسی بھی خبر کو ''مفید'' یا ''غیر مفید'' بناتی ہے۔اس کی مثال ایسی ہے کہ کرکٹ کے شائقین کے لئے یا اس کے کھلاڑیوں کے لئے کرکٹ سے متعلق خبر اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اور جس شخص کو اس کھیل میں دلچسپی نہیں اسکے لئے وہ خبر اہم نہیں۔اسی طرح کاروباری خبریں کاروباری افراد کے لئے اہم اور سیاسی خبریں سیاست میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اہم اور مفید ہوسکتی ہیں۔

لہٰذا "النباء" کا اطلاق ہر شخص کے لئے اس سے متعلق کسی بھی اہم اور مفید معلومات پر ہوگا۔یوں میڈیا میں کسی بھی شکل میں کوئی خبر پڑھنے کو ملے یا سننے کو مل جاہے وہ معلومات کی شکل میں ہو یا بیانیہ شکل میں اگر وہ ہمارے لئے اہم اور مفید ہے تو اس سے متعلق چند باتوں کا خیال رکھنا ہمارے لئے اپنی سمت سیدھی رکھنے کے لئےضروری ہے۔ایسی خبر کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لینا نقصان کا سبب بن سکتا ہے اور ہمارے کسی قابل ندامت قدم کی بنیاد بھی ثابت ہوسکتا ہے۔عام زندگی میں بھی ہمارا فطری ردعمل کسی خبر کے سننے پر یہی ہوتا ہے کہ جب ہمیں کوئی قابل توجہ بات سننے کو ملتی ہے تو فوراً لاشعوری طور پر ہم کہتے ہیں "یہ کس نے کہا ہے" یعنی ہمارا لاشعور ہمیں کوکسی اہم خبر سننے پر جس چیز کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ خبر دینے والا

122

کون ہے۔ بالکل یہی بات خالق حقیقی نے ہمیں اس قرآنی کلیہ کے ذریعے بتائی ہے۔ اہمیت کی خبر "النبا" کے ملتے ہی اپنے کان کھڑے کرلو، آنکھ بند کر کے فوراً اس پر اپنے عمل یا ردعمل کا اظہار نہ کردو۔ آیت مذکورہ کے شانِ نزول کے واقعہ سے اور سنتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ باوجود صحابہ کے مشورے اور اصرار کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی ردعمل سے توقف فرمایا۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھی توقف کا حکم دے کر بھیجا۔

2. فاسق کون ہے؟

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ خبر ملتے ہی دوسری اہم بات جس کا ہم مسلمانوں کو کرنے کا حکم ہے وہ یہ کہ: دیکھیں کہ خبر دینے والا کون ہے اگر وہ فاسق ہے تو اس خبر کی پڑتال اور اگر خبر دینے والا مؤمن ہے یا کوئی بھی ایسا شخص ہے کہ جس کے بارے میں ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بول سکتا یا دانستہ جھوٹی خبر نہیں دے گا تو یہ ہماری صوابدید ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے لفظ "فاسق" استعمال کیا ہے لہٰذا اس لفظ یا اصطلاح کا ہم مطلب جان لیتے ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ اس کے معنی اکثر متقدمین کے مطابق کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔

قرآن کریم میں فاسق کی اصطلاح کئی قسم کے لوگوں کے بارے میں استعمال ہوئی ہے جن کو مجموعی طور پر پڑھ کر ہم پہچان سکتے ہیں کہ فاسق کون ہوتا ہے۔۔

اولاً: قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ﴾(۱)

ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی

۱۔ البقرہ:99

ہیں اور ان کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کی رو سے تمام ایسے لوگ جو قرآن کا اپنے قول یا فعل سے انکار کرتے ہیں وہ فسق کے زمرہ میں آتے ہیں یعنی فاسق ہیں۔

دوئم: قرآن نے ایک اور آیت میں فاسق کی ایک اور پہچان بتائی ہے کہ یہ لوگ کفار کو مسلمانوں کے مقابلے میں اپنا دوست رکھتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ (80) وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(۱)

ترجمہ: آج تم ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کفار کی حمایت ورفاقت کرتے ہیں۔یقیناً بہت برا انجام ہے جس کی تیاری ان کے نفسوں نے ان کے لئے کی ہے، اللہ ان پر غضب ناک ہو گیا ہے اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونیوالے ہیں اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبر اور اس چیز کے ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو کبھی (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کافروں کو اپنا رفیق نہ بناتے مگر ان میں سے تو بیشتر لوگ خدا کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔

سوم: ایک اور مقام پر قرآن نے منافقین کو بھی فاسقین کی تعریف میں شامل کر دیا ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کی آیات جھٹلاتے ہیں جو کفار کو مسلمانوں کے مقابلے میں دوست رکھتے اور وہ جو منافق ہیں یہ سب فاسق ہیں۔ارشادِ باریِ تعالی ہے:

۱۔ المائدہ:80،81

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(۱)

ترجمہ: یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔

چہارم: ایک اور مقام پر قرآن نے فرعون کی قوم کو بھی فاسق کہا اور اس کا ایک سبب بھی بیان کیا جو کہ سورت الزخرف کے رکوع پانچ میں تفصیل سے بیان ہوا کہ کس طرح فرعون نے اپنی قوم پر اپنا رعب ڈالا اور وہ بیوقوف بن گئے۔ اس رعب میں آ کر اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہو گئے اور یوں فاسقوں میں شمار ہوئے:

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ﴾(۲)

ترجمہ: اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی، درحقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ۔

پنجم: اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو بھی فاسقین کہا۔

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ﴾(۳)

ترجمہ: درحقیقت وہ بڑی ہی بری، فاسق قوم تھی۔

ششم: وہ لوگ جو اللہ کو بھولے ہوئے ہیں دنیا میں ڈوبے ہوتے ہیں نتیجتاً اللہ نے ان سے ان کے اپنے نفسوں کو بھلا دیا ہے وہ بھی فاسق ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ

۱۔ التوبہ:67

۲۔ الزخرف:54

۳۔ الأنبیاء:74

22

الْفَاسِقُونَ﴾(۱)

ترجمہ: ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔

ان آیات کے علاوہ بھی کئی اور آیات قرآنی میں لفظ فاسق استعمال ہوا ہے۔(۲) قرآن میں کچھ اعمال کو فسق سے سمجھنے کیا گیا ہے جو کہ ایک لمبی فہرست بن سکتی ہے لیکن مندرجہ ذیل آیات ان تمام آیات و مطالب کو سمجھنے میں ہماری مددگار ہوسکتی ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے "مومنین" کو" فاسقین" کے مقابلہ میں ممیز کیا ہے کہ مومن وہ لوگ ہیں جو کہ فاسقین جیسے نہیں ہو سکتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ﴾(۳)

ترجمہ: بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو نافرمان ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیات میں فاسق کا لفظ ایمان کے مقابلے میں استعمال ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کفر سے بھی عام اصطلاح ہے۔ یعنی ایمان والوں کی یہ پہچان ہے کہ وہ فاسق کی طرح نہیں ہوتے وہ ویسی حرکات اور گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے۔

۱۔ الحشر:19

۲۔ لفظ فاسق کا مادہ (ف،س،ق) ہے اور اس مادہ سے کل 54 الفاظ قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ 10 مرتبہ فَسَقَ کی صورت میں بطور فعل، 3 مرتبہ فِسق اور 4 مرتبہ فُسُوق بطور اسم اور 37 مرتبہ "فَاسِق" اسم فاعل۔

۳۔ السجدہ:18

خبر کے حوالے سے جو کہ ہمارا موضوع بحث ہے یہ کہا جا سکتا ہے مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں کہ یہ خبر سننے والے (سامع) پر منحصر ہے کہ اگر اس کی نظر میں خبر دینے والا ایسا ایمان دار ہے جو فاسق ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی کہی ہوئی بات بس "آمنا وصدقنا" ہے تو بے شک خبر کی پڑتال نہ کرے لیکن اگر کوئی شائبہ ہے تو پڑتال کرنا بہتر ہے۔ نیز جیسے پہلے ذکر ہو چلا کہ اگر خبر اپنی اہمیت کے حوالے سے ایسی اہم ہے تو بھی پڑتال کی جا سکتی ہے یہ سارا معاملہ سامع کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے۔

3. خبر کی پڑتال یعنی "تَبَیّن" سے کیا مراد ہے:

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں لفظ فتبینوا استعمال ہوا ہے جو جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ اس لفظ کا مادہ ہے (ب۔ی۔ن) البین کے معنی ہیں دو چیزوں کے درمیان اور وسط کے ہیں۔ عربی زبان کا محاورہ ہے "بَانَ کَذَا" یعنی کسی چیز کا الگ ہو جانا اور جو کچھ اس کے تحت پوشیدہ ہو اس کا ظاہر ہو جانا۔ بَانَ واستَبَانَ وتَبَیَّن کے معنی ظاہر اور واضح ہو جانے کے ہیں اور بَیَّنتُہٗ کے معنی کسی چیز کو ظاہر اور واضح کر دینے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾(۱) ترجمہ: ہدایت صاف طور پر ظاہر (اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ ﴿قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾(۲) ترجمہ: ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دیں۔ ﴿وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾(۳) ترجمہ: نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم کو سمجھا دوں ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا

۱۔ سورہ البقرہ، 256

۲۔ آل عمران، 118:3

۳۔ سورہ الزخرف، 63:43

نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ﴾(۱) ترجمہ: ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ظاہر کردو۔ ﴿لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخۡتَلِفُونَ فِيهِ﴾(۲) ترجمہ: تا کہ جن باتوں میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان پر ظاہر کردے ﴿جَاءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنَاتِ﴾(۳) ترجمہ: ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح نشانیاں لے کر آئے۔

البیان کے معنی کسی چیز کو واضح کرنے کے ہیں۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ بیان دو قسم پر بولا جاتا ہے ایک بیان بالتّخیر یعنی وہ اشیا جو اس کے آثار صفت میں سے کسی حالت پر دلالت کرتے ہوں۔ دوسرا بیان بالاختیار اور یہ یا تو زبان کے ذریعہ ہوگا اور یا بذریعہ کتابت اور اشارہ کے۔ چنانچہ بیان حالت کے متعلق ہے جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ إِنَّهُ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾(۴) ترجمہ: (کہیں) شیطان تم کو (اس سے) روک نہ دے وہ تمہارا اعلانیہ دشمن ہے۔ یعنی اس کا دشمن ہونا اس کی حالت اور آثار سے ظاہر ہے۔ اور بیان بالاختیار کے متعلق فرمایا: ﴿فَاسۡأَلُوا أَهۡلَ الذِّكۡرِ إِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ بِالۡبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ﴾(۵) ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو اور ان پیغمبروں کو دلیلیں اور کتابیں دے کر بھیجا۔ اور کلام کو بیان کہا جاتا ہے کیونکہ انسان اس کے ذریعہ اپنے ما فی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ﴾(۶) ترجمہ: قرآن مجید لوگوں کے لئے

۱۔ سورہ النحل، 44:16

۲۔ سورہ النحل، 39:16

۳۔ سورہ الاعراف، 101:7

۴۔ سورہ الزخرف، 62:43

۵۔ سورہ النحل، 44،43:16

۶۔ آل عمران، 138:3

بیان صریح ہے۔ اور مجمل مبہم کلام کی تشریح کو بھی بیان کہا جاتا ہے جیسے فرمایا: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾(۱) ترجمہ: پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔ بِیَّنتُہٗ و اَبنتُہٗ کسی چیز کی شرح کرنا۔ جیسے فرمایا: ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾(۲) ترجمہ: تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے وہ ان پر ظاہر کردو ﴿نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾(۳) ترجمہ: کھول کر ڈرانے والا۔

تبین ایک جامع لفظ ہے جو کہ قرآن مجید میں متعدد مرتبہ اپنے مختلف مفاہیم و معانی میں استعمال ہوا ہے جن میں سے چند کی تشریح سے معلوم ہوا کہ جب بھی ہم تک کوئی معلومات یا خبر ایسے ذریعے سے پہنچے جو کہ قابل اعتبار نہ ہو یا خبر دینے والا فاسق ہو تو ہمیں چاہئے کہ اس کے ہر ممکنہ انداز سے پڑتال و تفتیش کر لیں، خبر کیا ہے؟ کیسے دی جا رہی ہے؟ کس انداز سے دی جا رہی ہے؟ کس غرض سے دی جا رہی ہے؟ کن الفاظ میں دی جا رہی ہے؟ کتنی مرتبہ دی جا رہی ہے؟ کس ذریعے سے دی جا رہی ہے؟ کب دی جا رہی ہے؟ اور کیوں دی جا رہی ہے؟ وغیرہ وغیرہ سب سوالات متعلقہ ہیں لہٰذا کسی اہم خبر کے ملنے اور اس پر اپنا ردعمل کرنے سے قبل ان پر غور کرنا ضروری ہے ایسا کرنے سے ہم اپنے طور پر اس امر کا تدارک کر سکیں گے کہ مستقبل میں کوئی ندامت نہ اٹھانی پڑ جائے۔

خبر سے متعلق ایک اور قرآنی کلیہ:

جہاں قرآن کریم نے مسلمانوں کو یہ بات سمجھا دی کے ہر وہ معلومات جو تمہارے لئے اہمیت کی حامل ہو جب تم کو کسی ایسے ذریعے سے پہنچے جس پر خبر دینے والے کے اعمال یا عقائد و نظریات کی وجہ سے دل

۱۔ القیامہ، 19:75

۲۔ سورہ النحل، 44:16

۳۔ سورۃ الملک، 26:67

یقین نہ کرتا ہو کہ وہ شخص سچ بات کہہ رہا ہوگا تو ان کی خوب چھان پھٹک اور پڑتال کر لینا تمہارے لئے بہتر ہے اس وجہ سے کہ مبادا تم اس کو سچ سمجھ کر کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھو کہ کسی کا نقصان ہو جائے اور بعد ازاں تمہیں ندامت اٹھانی پڑ جائے۔ اسی کلیے کے بعد قرآن ہمیں خبر کے حوالے سے ہی ایک اور اہم بات بتاتا ہے جو کہ آج کل کی میڈیا کی دنیا کے حوالے سے کافی اہمیت کی حامل ہے کہ ہر خبر کے نشر ہونے کا وقت جسے میڈیا کی زبان میں (Timing for breaking of the news) کہا جاتا ہے نہایت اہم ہے قرآن کا ارشاد ہے:

﴿لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ﴾(۱)

ترجمہ: ہر خبر کے ظہور میں آنے کا ایک وقت مقرر ہے۔

یعنی یہ بات تو اہم ہے کہ "خبر کیا ہے" اور "خبر کون دے رہا ہے" اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اہم ہے کہ خبر کس وقت دی جا رہی ہے۔ اکثر میڈیا میں خبر لانے کا وقت بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے کوئی سیاسی واقعہ ہونے والا وہ تو اس سے قبل اس کے لئے میدان تیار کیا جاتا ہے اور میڈیا ایسی خبریں دینا شروع کر دیتا ہے جو کہ عوام کو یا اپنے سامعین کو ذہنی طور پر اس آنے والے واقعے یا سیاسی صورتحال کے لئے اپنی مرضی کے مطابق تیار کر رہا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر کسی ملک میں ایسے سیاسی حالات پیدا ہو رہے ہوں کہ سیاسی مبصرین کو محسوس ہو کہ ملک میں مارشل لا لگنے لگا ہے تو وہ میڈیا ہاؤسز جو مارشل لاء لگنے کے حق میں ہوں گے وہ فوج کی تعریف میں خبریں دینا شروع کر دیں گے اور جو میڈیا ہاؤسز مارشل لاء لگنے کے حق میں نہیں ہوں گے وہ اس کے نقصانات بیان کرنے شروع کر دیں گے ہر دو صورتوں میں ان خبروں کے متن کے ساتھ ساتھ ان خبروں

۱۔ الانعام:67

کے نشر کئے جانے کا وقت بھی اہمیت کا حامل اور قابل توجہ چیز بن جائے گا جس پر نظر رکھنا خبر سننے والے کے لئے خبر کی اصل نوعیت جاننے کے بارے میں مفید ہوگا۔

یہ معاملہ ہمیں "مغربی" میڈیا میں اکثر نظر آیا ہے کہ جب مغرب کوئی بڑا سیاسی قدم اٹھانے لگتا ہے چاہے وہ کسی کے حق میں ہو یا مخالف تو اپنے ممالک میں لوگوں کے رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے وہ اس عمل سے متعلق حسب ضرورت بالواسطہ یا بلا واسطہ خبریں نشر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ عمل آج کے دور کے میڈیا میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

ہمیں قرآن نے بتایا ہے کہ سامع کو خبر کو کلی طور پر سمجھنے کے لئے خبر کے اس پہلو پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہی اصول اس وقت بھی کارفرما ہوگا جب ہم بطور ناشر کارفرما ہوں گے۔ چاہے ہم کوئی ابلاغ عامہ کے ادارے کا انتظام چلا رہے ہوں یا سوشل میڈیا پر بیٹھے انفرادی حیثیت بھی کوئی معلومات یا خبر اپنے حلقہ احباب میں "نشر" کر رہے ہوں بے وقت خبر نشر کرنے سے خرابی بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ اور صحیح اور موزوں وقت پر خبر نشر کرنے سے اس کی افادیت بڑھ سکتی ہے۔

اس قرآنی کلیے میں بھی اصول یہی ہے کہ اسلام کے نظریۂ سماع وابلاغ کے تحت مرکزی اہمیت سامع ہی کی ہے کہ وہ اس بات کے ساتھ ساتھ کہ خبر کیا ہے؟ اور کون دے رہا ہے؟ اس بات پر بھی نظر رکھیں کہ خبر کس وقت منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ اس کے کسی خاص وقت پہ منظر عام پر آنے کے کوئی محرکات ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو وہ محرکات کیا ہیں؟ کسی آنے والے واقعے کی راہ تو ہموار نہیں کی جا رہی؟ کوئی جال تو نہیں بُنا جا رہا؟ کوئی چال تو نہیں چلی جا رہی۔ خبر کے اس پہلو کی اہمیت عموماً ہنگامی حالات یا حالتِ جنگ میں بڑھ جاتی ہے۔

ایک اور قرآنی کلیہ:

قرآن ہمیں واضح انداز میں تنبیہ کرتا ہے اور باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ ہمیں کو کوئی خبر یا معلومات

کسی شخص کے ذریعے سے پہنچ رہی ہو تو نہ صرف خبر کا متن اہم ہے بلکہ اس کا بتانے والا بھی اہم ہے اس خبر کو پہنچانے یا نشر کرنے کا وقت قابل غور ہے بلکہ اس خبر کے پہنچانے والے کا طرز تخاطب، بات کرنے کا انداز، خبر دینے کا لحن ولہجہ تک اہمیت کا حامل ہے بسا اوقات خبر دینے والے کا انداز اور اس کی (Body Language) بھی بہت کچھ بتا رہی ہوتی ہے۔ کبھی خبر کے بارے میں کبھی اس شخص کے بارے میں۔ کیونکہ جدید میڈیا نے خبر دینے کے طریقے بھی نئے نئے ایجاد کر لئے ہیں کئی مرتبہ خبر مبصر کے تبصرے میں چھپی ہوتی ہے کبھی کسی مباحثے سے جنم لیتی ہے لہٰذا ہمیں ہر طرح محتاط رہنے اور خبر کے ہر ممکنہ پہلو پر نظر رکھنے کا کہا گیا ہے حتیٰ کہ خبر دینے والے کے لہجے تک پر نظر رکھنا کئی عقدے کھول سکتا ہے۔

قرآن میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ ٱلۡقَوۡلِۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ أَعۡمَٰلَكُمۡ﴾(1)

ترجمہ: مگر ان کے انداز کلام سے تو تم ان کو جان ہی لو گے۔ اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔

مذکورہ بالا حصہ میں بیان کردہ کلیات قرآنی سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہمیں میڈیا کے اس دور میں گونگے بہروں اور اندھوں کی طرح نہیں رہنا چاہیے اگر ہم میڈیا کے ان اثرات سے بچنا چاہتے ہیں جو ہمیں نہ قابلِ قبول اور نہ ہی مطلوب تو ہمیں مندرجہ ذیل چیزوں کا جائزہ لیتے رہنا ہوگا ہر وقت ہر لمحہ چوکنا رہنا ہوگا۔ اور ان باتوں پر نظر رکھنی ہوگی کہ

1) خبر کا مواد کیا ہے؟

2) خبر دینے والا کون ہے؟

1۔ [محمد:30]

3) خبر کب دی جارہی ہے؟

4) خبر کس انداز میں دی جارہی ہے؟

یہ سب باتیں جب ہم جان جائیں گے تو یہ عقدہ تو خود بخود کافی حد تک کھُل جائے گا کہ خبر کیوں دی جارہی ہے، اس کا مقصد کیا ہے، جھوٹی ہے کہ سچی۔ سچ ہے تو اس کا کیا مقصد اور جھوٹ ہے تو اس کا کیا مقصد۔ ہم گمراہ ہونے سے محفوظ اور اپنے قول و عمل میں غلطی کرنے سے محفوظ اپنے راستے پر، اپنے مقصد پر قائم رہیں گے۔ اپنے مخالفین کی مرضی کے مطابق زمانہ کے بہاؤ میں بہہ نہیں جائیں گے اور یوں ہمارا قبلہ درست ہوجائے گا۔

اگر ان بنیادی کلیات کو مدِّ نظر رکھا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تو اسلام کے نظریۂ سماع و ابلاغ کے جزِ اوّل جو کہ اس کا اساسی جز ہے، کے مطلوبہ نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں یعنی ہر سامع میڈیا کے ان اثرات سے بخوبی محفوظ رہ سکتا ہے جو کہ اسے نقصان پہنچا سکتے ہوں۔

میڈیا سے متعلق متعدد نظریات (Theories) ہیں جن میں یہ بحث ہوتی ہے کہ میڈیا کی دنیا کیسی ہونی چاہئے یا کیسی ہوتی ہے ان سب نظریات کی تفصیل خود ایک با قاعدہ موضوع ہے لیکن اگر ان تمام کا بغور مشاہدہ و مطالعہ کریں تو میڈیا کی آزادی کے اعتبار سے بنیادی طور پر دو نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں۔

ایک نقطۂ نظر یہ کہ میڈیا کی دنیا خیالات کے آزاد اظہار کی ایک منڈی ہے جسے انگریزی زبان میں (Free market place for ideas) کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد اظہارِ رائے کی آزادی کے حق (freedom of express) پر ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ہر شخص کو میڈیا میں ہر بات کرنے کا حق ہے ہر ایک کو کلی آزادی ہے اور چونکہ یہ ایک کاروباری عمل ہے لہٰذا جو چیز لوگوں کو نہیں چاہیے ہوگی وہ خود ہی ختم ہوجائے گی۔ یہ اس نظریے کی مختصر ترین تعریف ہے۔ اس کے حق اور مخالفت میں ہزاروں کتابیں لکھی جاچکی ہیں لیکن اس نظریے کو سب سے زیادہ فروغ دینے کا سہرا امریکہ کے چیف جسٹس اولیور ونڈل ہومز

(Oliver Windell Holmes 1841-1935) کے سر جاتا ہے۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ میڈیا کو آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا اس پر کسی نہ کسی قسم کی قدغن یا (censorship) ضروری ہے۔ اس نظریے کے حق اور حمایت میں بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

میڈیا سے متعلق اسلام کا نظریہ مذکورہ بالا دو نقطہ نظر اور دیگر نقطہ ہائے نظر سے مختلف ہے۔ اسلام کی میڈیا تھیوری جس کو اسلام کا نظریہ سماع وابلاغ (Islamic theory of media) کہا جا سکتا ہے ایک عملی نظریہ ہے کیونکہ کہ میڈیا کیسا ہونا چاہئے اس کا انتظام کس کے پاس ہو؟ مکمل آزاد ہو، جزوی آزاد ہو کلی طور پر کسی کے کنٹرول میں ہو وغیرہ وغیرہ۔ یعنی میڈیا فی الواقع کیسا ہے؟ اور خواہش اعتبار سے اسے کیسا ہونا چاہئے؟ ان دونوں میں ہمیشہ تفاوت رہے گا جو کہ دور نہیں ہو سکتا لہٰذا سامع ہمیشہ مضطرب رہے گا کہ اس کی خواہش کے مطابق میڈیا کام نہیں کر رہا ہوگا۔ نیز ٹیکنالوجی کی ترقی اور استثنائی قوانین کی موجودگی کی وجہ سے کسی بھی میڈیا سے متعلق نظریہ کی آئیڈیل صورت نہیں ملتی۔ یعنی جو لوگ میڈیا کو مکمل اور کلی طور پر آزاد دیکھنا چاہتے ہیں ان کو میڈیا کبھی بھی ان کے مطلوبہ معیار" آزادی یا مفہوم" آزادی کے مطابق آزاد نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو لوگ میڈیا کو کنٹرول میں دیکھنا چاہتے ہیں یہ ان کی خواہشات کے مطابق کبھی کنٹرول نہیں ہو پاتا۔ یوں طرفین ہمیشہ شاکی ہی رہتے ہیں۔ اور ان کو آئیڈیل صورتِ حال کبھی میسر نہیں آتی۔ اس کے برعکس اسلام کا نظریۂ سماع وابلاغ ایسے بنیادی اصول وضع کرتا ہے کہ میڈیا خواہ کیسا ہی ہو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، آزاد ہو یا آوارہ اسکے مقاصد پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا مقصدِ اولین سامع کو ان اثرات سے محفوظ رکھنا ہے جو کہ وہ اپنے لئے مضر سمجھتا ہے، یوں یہ مکمل طور پر عملی نظریہ ہے۔

ان سارے سوالوں کا جواب اسلام نے اپنے انداز سے دیا ہے جو کہ ایک قابل عمل طریقہ ہے۔ کیونکہ مروجہ دونوں متذکرہ بالا نقطہ ہائے نظر میں ایک نہ ایک خرابی تو مضمر رہے گی مثلاً (Holocaust) ہولوکاسٹ کے بارے میں اظہار رائے پر پابندی وغیرہ سے متعلق قوانین مغرب کا تصورِ مکمل آزادی

اظہار کے فلسفہ کی دھجیاں بکھرتے نظر آتی ہیں۔ اسی طرح نہ اس کو مکمل کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جدید ٹیکنالوجی کے دور جہاں ہر فرد کے پاس پوری دنیا میں اپنی رائے نشر کرنے کی صلاحیت آ چکی ہو۔

اسلام کا طریقہ کار بالکل حقیقت پسندانہ ہے کہ میڈیا میں ''ناشر'' سے زیادہ اہم ''سامع'' ہے یعنی جو خبر دے رہا ہے یا معلومات بہم پہنچا رہا ہے اس کی اہمیت سے تو انکار نہیں لیکن اس سے بھی زیادہ اہم جو اس سارے تماشے میں مخاطب ہے، مقصود ہے، منزل ہے۔

صدیوں پرانا کلیہ ہے ''مشتری ہوشیار باش'' (Caveat Emptor) کہ بازار میں خریدار خود ہوشیار رہے لہٰذا خبر اور معلومات کی اس منڈی میں بھی یہ اصول کارفرما ہے اور جتنے خوبصورت اور جامع اندز میں یہ اصول سورۃ حجرات کی آیت نمبر 6 میں بیان ہوا ہے اس کا تو جواب ہی نہیں۔ یہی اسلام کا اصول ہے اس (Age of Information) معلومات کے زمانہ میں اپنا قبلہ درست رکھنے کے لیے اسلام نے اس عمومی اور جامع اصول کے علاوہ میڈیا کی دنیا میں بطور ناشر رہنے کے اصول وضع کیے ہیں جو کہ اسی باب کے اگلے حصے میں بیان کیے جائیں گے۔ اور یوں یہ دونوں حصے مل کر اسلام کا نظریۂ سماع و ابلاغ پیش کرتے ہیں جسے (Islamic theory of media) کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔

میڈیا کی دنیا میں بطور ناشر ہماری ذمہ داریاں:۔

میڈیا کی دنیا میں بطور سامع ہمیں کن باتوں کا خیال رکھنا ہے اس کی تفصیل اس باب کے پچھلے حصے میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس حصے میں وہ ذمہ داریاں بیان کی جائیں گی جو قرآن کریم نے ہم پر بطور ناشر عائد کی ہیں جو اسلام کے نظریۂ سماع و ابلاغ کا دوسرا اہم جز ہے۔

موجودہ میڈیا کی ہیئت کو اگر سامنے رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ناشر کی دو اشکال وجود میں آ چکی ہیں جن کی تفصیل بھی گزر چکی ہے ایک وہ جو ادارے کی صورت میں کارفرما ہیں جیسے ٹی وی، ریڈیو چینل وغیرہ یا پبلشنگ ہاؤس کی صورت۔ دوسرے وہ لوگ جن کی رسائی سوشل میڈیا تک ہے جیسے: فیس بک، ٹوئٹر،

122

انسٹا گرام، سمارٹ فونز وغیرہ جس میں انسان اپنی انفرادی حیثیت میں بطور ناشر کام کرتا ہے اور ہم میں سے اکثر لوگ اس میں شامل ہیں لہٰذا ناشر کی عمومی طور پر مندرجہ ذیل اقسام ہوتی ہیں:

1) ناشر بصورتِ ادارہ

2) ناشر اپنی انفرادی حیثیت میں

دونوں کی اہمیت اپنی اپنی جگہ ہے۔ اسلام نے ایسی صورت میں جو احکام وضع کئے ہیں ان کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے؛ سوشل میڈیا پر ناشر چونکہ بیک وقت سامع بھی ہوتا ہے اور ناشر بھی ایک مکالمہ چل رہا ہوتا ہے یا اکثر گفتگو ایک مکالمہ کی صورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی خبر سننے کے ساتھ ساتھ اس کا جواب دینے کی صلاحیت یا اپنا ردعمل دکھانے کی صلاحیت بھی موجود ہوتی ہے لہٰذا اس کو ہر لمحہ اسلام کے ان اصولوں کو بھی مدِّ نظر رکھنے کی ضرورت رہتی ہے جو سامع کے لئے اسلام نے وضع کیے ہیں جن کی بنیاد سورۂ حجرات کی آیت نمبر 6 اور چند دیگر آیات میں ہے اور جس کی تفصیل گزشتہ حصے میں گزر چکی ہے۔ اس فرق کو ذہن میں رکھتے ہوئے ناشر حضرات کو اسلام کے مندرجہ ذیل احکامات کو مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔

1. وما علینا اِلا البلاغ:

میڈیا کی دنیا میں بطور ناشر اسلام کا اولین اصول وہی ہے جو اس نے ہمیں بطور مبلغِ اسلام ہونے کے ناطے دیا ہے۔ کیونکہ میڈیا میں بطور ادارہ یا سوشل میڈیا میں جب ہم کسی وجہ سے بھی اسلام کے حوالے سے کوئی بات کر رہے ہوتے ہیں تو شعوری یا لاشعوری طور پر ہم دعوت وارشاد کا کام ہی کر رہے ہوتے ہیں اور ایسے موقع پر ہمیں اس بات کو خوب ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہمارا کام صرف اور صرف بات پہنچا دینا ہے۔ بحث مباحثہ نہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے یہ اس کی مرضی اس کا نصیب۔

قرآن میں واضح ارشاد ہے:

﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾(۱)

ترجمہ: اور ہم پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

یہی حکم اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾(۲)

ترجمہ: اور اگر تم جھٹلائے جاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہمارا کام تو بس بات کہتے رہنا ہے، نصیحت کرنا اور پیغام پہنچانا ہے۔ کفار پر تو شاید اسلام کے پیغام کا اثر نہ ہوتا ہو لیکن وہ مسلمان جن کی عملی زندگی میں اسلام زیادہ نہیں یا تعلیمات اسلامی سے کسی وجہ سے دور ہیں ان پر بہر طور نصیحت کا اثر ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾(۳)

ترجمہ: اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔

لہٰذا دعوت حق دیتے رہنا ہی ہمارا کام ہے۔ لوگ طرح طرح کی باتیں بھی کریں گے اور کرتے رہے ہیں لیکن بطور ناشر ہمارا کام جاری رہنا چاہیے دل چھوٹا کئے بغیر اور لڑائی جھگڑا کئے بغیر مخالفین اسلام کا ایک اور حربہ یہ بھی ہے کہ عام اور سادہ لو مسلمانوں کو غیر ضروری بحث مباحثے میں الجھا کر اور سیاق وسباق سے بات

۱۔ یٰس:17

۲۔ العنکبوت:18

۳۔ الذاریات:55

122
کاٹ کر یا اصل بات کو توڑ مروڑ کر پیش کریں۔ نیز ہر شخص کی قوت مباحثہ یا مناظرہ ایک جیسی نہیں ہوتی۔ لہٰذا بطور انفرادی ناشر سوشل میڈیا پر بالخصوص ہم کو اسلام کے اس اصول اول کا خاص خیال رکھنا چاہئے جو کہ اس نے ابلاغ کے لئے طے کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿نَحۡنُ أَعۡلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنتَ عَلَيۡهِم بِجَبَّارٖ فَذَكِّرۡ بِٱلۡقُرۡءَانِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾[1]

ترجمہ: یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو پس جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔

آیتِ کریمہ میں صاف صاف فرمادیا گیا کہ ہمارا کام جبراً بات منوانا نہیں اور یہی اسلامی نظریۂ سماع وابلاغ میں ابلاغ کا اصول اوّل ہے۔

2. دعوتِ دین حکمت سے دینا:

جب پہلی بات یہ طے ہوگئی کہ ہمارا کام صرف اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے کوئی جبر نہیں کرنا۔ دین کی طرف دعوت دینے کا طریقہ باقائدہ مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:

﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾[2]

ترجمہ: (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف

۱۔ ق:45

۲۔ النحل:125

122

بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے۔ اور جو راستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔

یہی دعوت و ارشاد کا طریقہ ہے لیکن ظاہر ہے کہ جب آپ کسی کو اپنا پیغام دیں گے تو وہ آپ سے بحث تو کرے گا اب اس موقع پر ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ یہ ذمہ داری سوشل میڈیا پر جب ہم بطور ناشر کام کر رہے ہوتے ہیں تو زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہاں ہر شخص جو ہمارے حلقۂ دوستی کی فہرست میں شامل ہے ہمارا ہر جملہ بڑے غور سے پڑھ رہا ہوتا ہے لہٰذا جیسا کہ ہمارا پیغام بااثر ہے اس ہی طرح ہمارا انداز بھی بااثر ہونا چاہیئے اور اس سے بھی زیادہ اگر مناظرہ اور بحث کی صورت بن جائے تو ہمارا جواب اور ردِ عمل بھی احسن ہونا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے جواب کے اسلوب یا ہمارے احسن ردِ عمل کی وجہ سے ہی کوئی شخص متاثر ہو کر نصیحت پکڑ لے۔ یہی معاملہ عمومی الیکٹرانک میڈیا کا ہے۔ قرآن نے ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہمیں راہنما اصول بتائے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (33) وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (34) وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (35) وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[1]

ترجمہ: اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں؟ اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی تو (سخت کلامی کا)

ا۔ فصلت: 33-36

22

ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے اور یہ بات انہیں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ لیا کرو بے شک وہ سنتا (اور) جانتا ہے۔

یہ تو ہوگئی دعوت اور نصیحت کی بات لیکن اگر پھر بھی بحث میں کوئی شخص حد سے گزر جائے تو اولاً اس کی بری بات کا جواب انتہائی احسن طریقہ سے دو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾(1)

ترجمہ: اور بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے اور جواب الجواب کی صورت بن جائے جو کہ ہمیں سوشل میڈیا میں اکثر نظر آتی ہے کہ اگر مخالف سے کوئی بات بن نہ پا رہی ہو تو انسان ایسے جملے استعمال کرتا ہے کہ دوسرے کو غصہ آئے اور وہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے اور کوئی نہ کوئی ایسی بات کر دے جو آپ کو لوگوں کی نظر میں ہلکا بنا دے۔ سوشل میڈیا کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ ہمیں ٹی وی مکالموں میں اکثر دیکھنے سننے کو ملتا ہے کہ "اینکر پرسنز anchor persons" طرح طرح سے کسی مہمان کے منہ سے ایسی بات کہلوانا چاہتا ہے کہ اس سبکی ہو، پیغامِ حق کو دھچکا لگے، مغربی میڈیا تو اس میں کمال مہارت رکھتا ہے۔ ایسے موقعوں پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا ہی حکمت و دانائی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ المؤمنون:96

122

﴿فَاصۡبِرۡ إِنَّ وَعۡدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ﴾(۱)

ترجمہ: پس تم صبر کرو بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے اور (دیکھو) جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں اوچھانہ بنا دیں۔

اور اگر معاملہ اس سے بھی بڑھ جائے اور مخاطب یا مخالف بالکل جہالت پر اتر آئے یا کوئی آپ سے جھگڑنے کی کوشش کرے اور اپنی کم علمی یا جہالت کے سبب فضول بحث میں الجھانا چاہے تو احسن طریقے سے سلام کہہ کر مزید بحث کا موقع نہ دیں۔ اس معاملے کی اہمیت سوشل میڈیا کو استعمال کرنے والے ناشر حضرات کے لئے بڑھ جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾(۲)

ترجمہ: اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔

3. اخلاقی برتری قائم رکھو

بطور ناشر اسلام یا مسلمان ناشر و مبلغ ہمارے دین نے اور ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک اصولی بات سمجھا دی ہے کہ ہر قیمت پر ہم نے اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا دعوت حق دینے کے اصولوں میں یہ ایک اہم اصول ہے۔ ہمارے قول و فعل ایسے ہوں کہ ہماری اخلاقی برتری رہے۔ کوئی گھٹیا یا گری ہوئی بات مخالف کے خلاف نہ نکلے۔ یہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جس کی گواہی قرآن یوں دیتا ہے۔

۱۔ الروم:60

۲۔ الفرقان:63

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾(۱)

ترجمہ: بےشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

جس امت کے نبی کے اخلاق اعلیٰ ترین ہوں اس نبی کے ماننے والے اخلاق کا دامن کیوں چھوڑیں۔اس ضمن میں سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ کسی کے دین کو گالی نہ دو۔کسی کے دین کو برا نہ کہو، نہ ان کی دل آزاری کرو۔

اہلِ مغرب کا صدیوں سے یہ وطیرہ ہے کہ اسلام کے خلاف بغض میں اتنے آگے چلے جاتے ہیں کہ عجیب وغریب حرکتیں شروع کر دیتے ہیں کبھی طرح طرح کی کتابیں لکھتے اور لکھواتے ہیں کبھی آزادی رائے کے نام پر کارٹون اور خاکے بناتے ہیں پھر ان کی ریاستی سطح پر پذیرائی کرتے ہیں۔ان حرکتوں سے دین حق کو تو کیا نقصان ہونا ہوتا ہے اہل مغرب کا اصل مکروہ اور قبیح چہرہ بے نقاب ہو کر لوگوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اسلام ہمیں ایسی حرکتوں سے منع کرتا ہے اور باز رکھتا ہے۔قرآن میں واضح طور پر تنبیہ ہے کہ کسی کے مذہب کو برا نہ کہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(۲)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو

۱۔ القلم:4

۲۔ الأنعام:108

22

بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔ اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (اُنکی نظروں میں) اچھے کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

اسلام کے اس اصول کا اور اصول اول یعنی ''ہمارا کام صرف پیغام دینا ہے'' سے گہرا تعلق ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں کسی کے دین کو بُرا نہ کہنے کی دو بہت ہی عقلی وجوہات بتائی گئی ہیں: ایک تو یہ کہ وہ پلٹ کر تمہارے دین کو برا نہ کہے۔ دوسرا یہ کہ ہر شخص اپنے آپ کو صحیح اور حق پر سمجھتا ہے لہٰذا سمجھنے دو آخر کار سب نے رب کے حضور تو حاضر ہونا ہی ہے یہ ہمارا ''ٹھیکہ'' نہیں کہ وہ ہدایت بھی پکڑیں۔ ہمارا کام احسن انداز میں دعوت دینا ہے بس۔

اسی طرح اسلامی تعلیمات ہمیں کسی قوم کا مذاق اڑانے اور اس کا تمسخر کرنے سے بھی منع کرتی ہیں۔ یہ عمومی طور پر مغربی میڈیا کا ایک خاص شیوہ ہے کہ دوسری اقوام کا تمسخر اڑائے بغیر رہ نہیں سکتے جس کی جھلک گاہے بگاہے ہمیں مغربی میڈیا میں نظر آتی رہی ہے۔ اپنا کوئی عیب ان کو نظر نہیں آتا اور دوسرے کی برائی سے چوکتے نہیں۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا کی صورت اکثر نظر آتی ہے اس حد تک نظر آتی ہے کہ مغربی میڈیا اور اس کا دوہرا معیار ایک لازم اور ملزوم چیز بن گئے ہیں۔ اسلام کا نظریۂ ابلاغ اس کے بالکل برعکس ہے جو کہ گزشتہ آیات کے ذریعے واضح ہو چکا۔ اس اصول کو ابلاغ کے اصولوں کی بنیاد بنانے کا ایک لازمی اثر یہ بھی ہے کہ ہم ابلاغ میں معروضیت یعنی Objectivity کو زیادہ سے زیادہ قائم رکھ سکیں جو کہ کسی بھی ابلاغ کے ذریعہ کو معتبر اور قابل اعتماد بنانے کے لئے ایک لازمی جز ہے۔ یہ رویہ مسلم ناشرین و مبلغین کو اپنا اعلیٰ اخلاقی مقام قائم رکھنے کے لئے ایک مسلمہ اصول بتاتا ہے۔ یہی اسلام کی روح ہے اور اس رویے کو روا رکھ کر ہی اسلام کی صحیح اشاعت کا کام ممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

22

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام (رکھو) ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

اگر آپ اپنے سامع، یا مخاطب کو مرعوب کرنا چاہ رہے ہیں اور اپنا پیغام پہنچانا چاہ رہے ہیں تو اس کے دو نفسیاتی طریقے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آپ اپنے مخاطب کا مذاق اڑائیں، اس سے تمسخر اور استہزا کریں اس کو لوگوں کی نظر میں اور اس کی نظر میں اپنے سے کم تر ثابت کریں اور پھر اعلانیہ یا بین السطور اپنا پیغام دیں۔ یہ طریقہ عموماً مغربی میڈیا استعمال کرتا ہے۔ اس طریقہ ابلاغ سے شاید کوئی ناشر اپنا پیغام تو پہنچا دے اور چند فیصد مخاطبین کو مرعوب بھی کر لے لیکن اکثریت مخاطبین اس انداز سے اپنی تذلیل ہی محسوس کرتے ہیں اور ناشر کی اخلاقی بلندی قائم نہیں رہتی جبکہ اسلام اس کے بالکل برعکس تلقین کرتا ہے۔ ہمارا طریقہ یہ ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے کہ کسی قوم کا تمسخر نہ اڑایا جائے۔ کسی کے مذہب کو گالی نہ دی جائے ہر ایک کی عزتِ نفس کا خیال رکھا جائے۔ یہ دوسرا طریقہ ہے جس سے ہم اپنا پیغام بھی پہنچاتے ہیں اور اپنا اعلیٰ اخلاقی معیار بھی قائم رکھتے ہیں یہ ہی ہمارا طریقہ ہے۔

اس کلیے سے ایک بات اور بھی واضح ہوگئی کہ اسلام ابلاغ کے طریقہ کار میں جو چیز اپنے لئے پسند نہیں کرتا

۱۔ الحجرات:11

122

وہی چیز دوسری اقوام کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام پہلے ہمیں اپنے کردار پر نظر ڈالنے کو کہتا ہے یعنی self correction کا ایک طریقہ بھی متعارف کرایا جارہا ہے۔ دعوت وارشاد کی بنیاد ہمارا اپنا کردار ہے نہ کہ دوسرے کی تذلیل۔

4. جھوٹ سے جھوٹ نہ بننے دو:

میڈیا کی دنیا میں ایک بات جو انتہائی خطرناک ہے وہ ہے جھوٹی اور بے بنیاد خبروں کا پھیلانا، افواہوں کا گردش کرنا۔ آج کل یہ کام سوشل میڈیا کے پھیلاؤ کی وجہ سے بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور آسان ہو گیا ہے۔ کوئی تصور اصلی ہے یا نقلی، کسی واقعے کی کوئی بنیاد ہے یا نہیں، کوئی بات کسی نے کہی ہے یا نہیں۔ سوشل میڈیا پر وہ لوگ جو سامع بھی ہیں اور ناشر بھی اس بات کو بلا تحقیق و تصدیق بغیر اس پر غور کیے کہ میرے ایک "Click" یا "Like" کرنے سے کیا اثرات مرتب ہونگے یا ہو سکتے ہیں اسی چیز خبر یا تصویر کو آگے لوگوں تک اپنے حلقہ احباب تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہ انتہائی خطرناک رجحان ہے۔ اسلام نے اصولی طور پر ایسے عمل سے روکا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ(1)

ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سُنی سنائی بات بلا تحقیق آگے لوگوں تک پہنچا دے۔

ایسی حرکت کو قرآن پاک نے جھوٹ پر شہادت یا گواہی دینے سے تعبیر کیا ہے۔ کہ ایک بات کی صداقت کا آپ کو علم ہی نہیں۔ آپ اسے نشر کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں معاون بن رہے ہیں۔ بظاہر یہ ایک

1۔ مقدمہ صحیح مسلم؛ ج1، ص10، سنن ابوداؤد؛ ج:4، ص:298، حدیث:4992

غیر اہم فعل اور شغل لگتا ہے لیکن بعض مخصوص حالات میں اس کے ممکنہ مضر اثرات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس کو "جھوٹ پر گواہ" بننے سے زیادہ بہتر الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾[1]

ترجمہ: (اور رحمان کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

سوشل میڈیا خصوصاً فیس بک (Facebook) وغیرہ جیسے ابلاغ کے ذرائع جن میں بے احتیاطی کا احتمال بہت زیادہ ہے۔ مذکورہ بالا آیت کا عمومی حکم اس جدید دور کی پیدا شدہ صورت حال کے لئے بھی ایک راہ نما اصول بیان کر رہا ہے کہ فضول اور لغویات کو نظر انداز (ignore) کرو اور ایسی باتیں جو ذرا سی بھی اہمیت رکھتی ہیں بلا تحقیق آگے نہ بڑھاؤ۔

رخنہ اندازی کا سدِّ باب:

آج کل میڈیا کی دنیا میں اسلام کے پیغام کو لوگوں تک پہنچنے سے روکنے کے لئے طرح طرح کی رخنہ اندازیاں ہو رہی ہیں۔ اس کے کئی طریقے ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر کتاب کے تیسرے حصے میں کیا جا چکا ہے۔ چند ایک کا تذکرہ بطور یاد دہانی کرانا یہاں مناسب ہوگا۔ مثلاً: اسلام کے پیغام کو مسخ کر دیا جائے، سچ میں جھوٹ کی ملاوٹ کر دی جائے۔ اس واردات کا زیادہ تر اظہار انٹرنیٹ پر نظر آتا ہے کہ غیر مسلم، عیسائی یا یہودی لوگ یا ادارے اسلام سے متعلق ویب سائٹس چلا رہے ہوتے ہیں اور اسلام کی بہت ساری صحیح معلومات کے درمیان اپنی فتنہ انگیزی کی باتیں بھی ڈالی ہوتی ہیں بہت ساری غلط باتیں

۱۔ الفرقان:72

اسلام سے منسوب کی ہوتی ہیں بہت ساری باتیں بالکل موقع محل سے کاٹ کر out of context کی ہوتی ہیں اور اس طرح عام قاری یا سامع کے ذہن میں زہر گھولا جا رہا ہوتا ہے۔ اس سے نہ صرف اسلام کے اصل پیغام میں رخنہ ڈالا جا رہا ہوتا ہے بلکہ بہت منظم انداز میں عام لوگوں کے ذہنوں اور اسلام کے اصل پیغام میں ایک شگاف بلکہ خلیج پیدا کی جارہی ہوتی ہے لہٰذا ایسی منظم کوشش کی ضرورت ہے کہ یہ خلیج ختم کی جاسکے اور اس رخنہ اندازی کا باضابطہ سدِ باب کیا جاسکے۔ اسی صورت حال سے نمٹنے کے لئے قرآن کا ارشاد ہے:

﴿فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾(۱)

ترجمہ: پس چاہیے کہ وہ خدا کا خوف کریں اور راستی کی بات کریں۔

مذکورہ بالا آیات میں سدیداً کا لفظ نہایت اہم ہے جس کے معنی جاننا اشد ضروری ہے۔ اس لفظ کا مادہ ہے (س۔د۔د) جس کے معنی مصنوعی بنائی ہوئی آڑ کے آتے ہیں لہٰذا تشبیہ کے طور پر ہر قسم کے موانع کو سَدّ کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے: ﴿أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا﴾(۲) ترجمہ: کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں۔ جو کہ ایک قوم نے ذوالقرنین سے یاجوج وماجوج کے فتنہ سے بچنے کے لئے درخواست کی تھی۔ اور اس ہی مادہ سے جو لفظ ''سدًا'' یہاں استعمال ہوا ہے اسے کہتے ہیں جس سے رخنہ اور شگاف کو بھرا جائے۔ لہٰذا ''قولًا سدیداً'' سے مراد نہ صرف سیدھی بات بلکہ ایسی بات جس سے کوئی موجود اور پیدا شدہ رخنہ اور شگاف ختم ہو سکے۔ آج کل جو رخنہ اور شگاف تعلیمات اسلامی میں فساد کی غرض سے دشمنان اسلام کے ڈالے ہوئے ہیں ان کے دور کرنے ان کی اصلاح کرنے

۱۔ النساء:9

۲۔ الکہف:94

اورلوگوں تک دین کا صحیح پیغام پہنچانے کے لئے "قولا سدیدًا" کی ضرورت ہے۔ ہر مذہبی جماعت ہر فرقہ اور ہر اسلامی ادارہ جو اپنے اپنے انداز میں جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام کر رہا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے ماننے والوں کو ایسے فتنوں اور رخنوں سے آگاہ کرتا رہے باقاعدہ ایک منظم طریقے سے یہ کام کرے کیونکہ دعوت وارشاد کے ساتھ ساتھ اسلام کے متعلق غلط خیالات کا ازالہ بھی اسلام کے نظریۂ سماع وابلاغ کا ایک اہم رکن ہے۔ ان فتنوں کا سد باب بالکل اسی طرح کیا جائے جس طرح ذوالقرنین نے ایک قوم کوان کی درخواست پر دو پہاڑوں کے درمیان لوہے اور تانبے سے بنی ایک پختہ "سد" قائم کردی تھی۔

آج میڈیا میں موجود فتنوں سے بچنے کے لئے ایک "سد" کی ضرورت ہے جو قولاً سدیداً سے ہی بن سکتی ہے۔

قول السدید۔قول الزور(۱) یعنی جھوٹی بات کی ضد ہے۔یعنی بطور ناشر ہماری انفرادی حیثیت میں اور اجتماعی حیثیت میں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ غلط باتوں اور غلط معلومات کو مستقل درست کرتے رہیں۔اورلوگوں تک سیدھی اور حق بات پہنچاتے رہیں۔

خلاصہ

اس حصہ میں" Islamic theory of media" پیش کی گئی ہے جس کا نام" اسلام کا نظریۂ سماع وابلاغ " رکھا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت پسندانہ اور عملی نظریہ ہے جس کے ہر جز کی بنیاد احکام القرآن کی روشنی میں رکھی اور بیان کی گی ہے۔ بنیادی طور پر مندرجہ ذیل دو پہلو ہیں جو کہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

۱۔ قول الزور اس بات کو کہتے ہیں جس میں کجی یعنی ٹیڑھا پن ہو۔ کیونکہ زور کے معنی جھوٹ کے ساتھ ساتھ کجی کے بھی آتے ہیں لہذا قول سدید وہ بات جو جھوٹی اور ٹیڑھی باتوں کی درستگی بھی کرتی ہے۔

اولاً: میڈیا کی دنیا میں بطور سامع رہنا

ثانیاً: میڈیا کی دنیا میں بطور ناشر رہنا

ابلاغ عامہ mass comunication آج کے دور میں سوشل سائنسز کا ایک وسیع اور اہم مضمون بن چکا ہے اور درجنوں نظریات اس میں کارفرما ہیں۔ یا یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ہر کوئی اپنے فائدہ اور غرض کے مطابق اپنے منتخب نظریے کے مطابق چلا رہا ہے لیکن چاہے جتنے نظریات بھی اس میں کارفرما ہوں چاہے اس کو چلانے والے کی کوئی بھی غرض کیوں نہ ہو۔ دو باتیں مسلمہ ہیں:

1۔ میڈیا سامع کو متاثر کرنے کی کوشش میں کارفرما ہے۔

2۔ میڈیا میں جو بھی کوشش ہوتی ہے وہ ناشر ہی کرتا ہے۔

لہٰذا اسلام کا نظریہ بالکل سادہ اور باعمل ہے جس میں مذکورہ بالا دو اشخاص یعنی: سامع اور ناشر کے لئے اس میں کچھ بنیادی ہدایات ہیں۔

ہاں البتہ اسلام کے نظریۂ سماع وابلاغ میں اور دیگر نظریہ ہائے ابلاغ عامہ میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ یہ سامع کو ناشر پر فوقیت دیتا ہے۔ باقی تمام Mass communication کے نظریات ناشر کو سامع پر فوقیت دی جاتی ہے اور اس بات کی کوشش کارفرما نظر آتی ہے کہ سامع کے عقل ونظریات اور اس عمل اور ردعمل کو کس طرح زیادہ سے زیادہ مؤثر انداز میں متاثر کیا جائے جبکہ اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ سامع کو خبر کے اس بازار میں کیسے ہوشیار رہنا ہے، لہٰذا یوں اسلام کا یہ نظریہ حقیقت پسندانہ practical ہوا کہ خواہ کوئی بھی میڈیا کسی بھی نظریہ(۱) کے تحت چل رہا ہو اس نظریہ کی افادیت اپنی جگہ مسلم رہتی ہے۔

۱۔ موجودہ دور میں تقریباً پچاس سے زیادہ مختلف نظریات ہیں جن میں سے کسی نہ کسی کے تحت میڈیا چل رہا ہوتا ہے۔ یہ نظریات Mass Communication Theories کے نام سے موسوم ہیں۔

122

بطور ناشر اسلام کا نظریہ سماع و ابلاغ اس کو کچھ اصول بتاتا ہے جن کی اس نے پابندی کرنی ہے اور اس میں بھی انصاف اور حق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا کہ جو چیز وہ اسلام کے خلاف بری سمجھتا ہے وہ دوسروں کے خلاف بھی بری سمجھتا ہے۔ مثلاً: جس طرح اسلامی اقدار کا تمسخر ایک بری اور غلط بات ہے اس ہی طرح اس نظریہ کے تحت دوسری اقوام و مذاہب کا تمسخر بھی برابر کی برائی اور ممنوع عمل ہے یوں یہ اپنے پیروکاروں کو ایک اعلیٰ اخلاقی مقام high moral ground پر رکھتا ہے۔

اسلام کا نظریۂ سماع و ابلاغ سامع پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد کرتا ہے:

1) خبر یا معلومات کے وصول کرنے پر اس کی اہمیت کے مطابق اپنا ردِعمل دکھاؤ۔

2) یہ معلوم کرو کہ خبر دینے والا کون ہے۔

3) اگر خبر دینے والا سامع کی نظر میں "فاسق" ہے تو پھر خبر کی پڑتال کرو۔

4) خبر اور معلومات کے میڈیا میں آنے کے طریقہ اور وقت پر بھی غور کرو تا کہ مکمل بات سمجھ آ جائے۔

یہ نظریہ بطور ناشر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد کرتا ہے:

1) بطور ناشر ہماری ذمہ داری صرف پیغام دینا ہے الجھنا اور بحث کرنا نہیں۔

2) دعوت دین حکمت سے دینا۔

3) اپنی اخلاقی برتری قائم رکھنا۔

4) جھوٹ سے جھوٹ نہ بننے دینا۔

5) رخنہ اندازی کا سدّ باب کرنا۔

حصہ چہارم

پس چہ باید کرد

کسی بھی مسئلہ یا قضیے کی تجزیاتی بحث میں سب سے اہم سوال جو آخر میں اٹھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ یہی اس کا حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس تجزیاتی بحث کا باقی حصہ غیر اہم ہوتا ہے کیونکہ مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے مسئلہ کی اصل صورت اس کے اسرار و مضمرات کا منکشف ہونا اور اس کے اثرات کا صحیح طور اندازہ لگانا ایسے امور ہیں جو کہ مسئلہ کے بہتر اور قابل عمل حل کی تلاش میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

میڈیا اتنی بڑی، طاقتور اور متنوع چیز ہے کہ اس کو کسی ایک زاویہ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کو سمجھنے کے لئے اس کے ہر پہلو پر غور کرنا ضروری ہے۔ میڈیا مسلمانوں اور اسلام کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اور جو افراد اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں ان کے اذہان میں اکثر یہ خیال بھی آتا ہی ہوگا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ممکن ہے کبھی کبھی کسی ایک پہلو سے کوئی ایک آدھ ترکیب بھی سوجھتی ہو۔ کتاب کے اس حصہ میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں وہ ممکنہ عوامل ان کی بنیاد اور وجوہات بتائے جائیں جن کے "کرنے" یا "نہ کرنے" سے ہم میڈیا کے اسلام دشمن اور مسلم کش اثرات سے بچ سکتے ہیں یا ان کا اثر زائل کر سکتے ہیں۔ اور یہی اس تصنیف کا مقصد ہے۔ یہ امور مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں اور ان سب کا گہرا تعلق غیر مسلموں کی ان حرکتوں سے ہے جو وہ میڈیا میں اسلام کے

خلاف کرتے ہیں جو کہ کتاب کے گزشتہ حصے میں تفصیلاً بیان کی جا چکی ہیں۔

فی زمانہ میڈیا ٹیکنالوجی کے سبب اتنی ترقی کر گیا ہے کہ اسکی ہیئت ہی بدل گئی ہے۔ یہ بحث بھی کتاب کے گزشتہ حصوں میں کر چکے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی قسم کے میڈیا کو، ہم اس کے مؤثر ہونے میں دوسرے سے کم نہیں کہہ سکتے۔ مثلا: ٹی وی کو سوشل میڈیا کے مقابلہ میں فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح فلم کی دنیا کے نفسیاتی اثرات سے بھی انکار ممکن نہیں۔ نیز چونکہ سوشل میڈیا میں ہر شخص اصولی طور پر اور عملی طور پر بھی ناشر ہوتا ہے لہٰذا میڈیا کی نوعیت انوکھی اور متنوع ہو گئی ہے۔ ان سب باتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہم نے میڈیا کی دنیا کو مندرجہ ذیل خطوط پر تقسیم کیا ہے تا کہ ہر قسم کے لئے اس کے "کرنے والے" اور "نہ کرنے" والے کاموں کا تعین ہو جائے۔ اور پس چہ باید کرد کی ایک جامع صورت سامنے آ جائے۔

1) ایسا میڈیا جس میں ناشر ایک ہے اور سامع و ناظرین لاتعداد ہیں عموماً اس کو ابلاغ عامہ یا (Mass communication) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا میں اس کی مثال ٹی وی، کمپیوٹر اور پرنٹ میڈیا میں اخبارات، جرائد اور کتب وغیرہ شامل ہیں۔

2) سوشل میڈیا جو کہ الیکٹرانک آلات کی مدد سے ہی چلتا ہے مثلا کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اور سمارٹ فونز وغیرہ لیکن اس میں عملی اور حقیقی طور پر جتنے سامعین و ناظرین ہیں اتنے ہی ناشر ہوتے ہیں یعنی ہر شخص سامع اور ہر شخص ناشر۔

ویسے تو میڈیا کی وسعتوں کو دیکھا جائے تو اس کی تقسیم کئی انداز اور کئی طریقوں سے کی جا سکتی ہے لیکن مذکورہ بالا تقسیم ہم نے کتاب کے اس حصے کو آسان طریقہ سے بیان کرنے کے لئے کی ہے اسلام جس طریقے سے میڈیا کو دیکھتا ہے اس میں اولیت (priority) سامع کو ہے نہ کہ ناشر کو۔ یہی (Islamic theory of media) کا ایک مرکزی نقطہ ہے۔ ناشر کی بھی اہمیت ہے اس کے لئے بھی اسلام میں واضح ہدایات موجود ہیں لیکن اس کی بھی بنیاد سامعین اور مخاطبین کو سامنے رکھ کر وضع کی گئی ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ ہے

کہ اسلام کا واضح حکم ہے کہ کسی دین کو برا نہ کہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(1)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بےادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔ اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (اُن کی نظروں میں) اچھے کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

ہمیں معلوم ہے کہ شرک بدترین گناہ ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے دین کو بھی بُرا بھلا، یا گالی دینے سے واضح منع کیا ہے۔ غور کریں تو اس میں سامع کے حیثیت کو مدِّ نظر رکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس آج کے عیسائی اور یہودی یعنی مغرب کا میڈیا اسلامی شعائر اور عقائد کو جو کچھ کہتا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ یہی ہمارا اور ان کا فرق ہے اور یہ بات ہمیں ان پر اخلاقی فوقیت دیتی ہے۔

کیونکہ ہمارے نظریہ میڈیا میں مرکزیت سامع کی ہے اس لئے مذکورہ بالا تقسیم بھی ان ہی بنیادوں پر ہے جیسے اوپر بیان ہو چکا۔

یادرکھنے کی کچھ اہم باتیں:

اس سے قبل کہ ہم "پس چہ باید کرد" کی تفصیلی بحث کی طرف آئیں کچھ اہم باتیں یادرکھنے کی ہیں جن سے

1۔ الانعام:108

ہماری مستقل اور متواتر اصلاح ہوتی رہے گی اور ہماری سمت وقبلہ درست رہے گا۔ یہ باتیں جاننا ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسے سڑک پر گاڑی چلانے سے پہلے ٹریفک قوانین جاننا کہ گاڑی کس طرف چلانی ہے، سرخ بتی پر رکنا ضروری ہے، سبز پر چلنا ہے، کہاں کیسے چلنا ہے، کس رفتار سے چلنا ہے، کہاں کیا خطرات ہیں، خطرات کی علامات کیا ہیں، سیٹ بیلٹ باندھنے کے کیا فوائد ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسلامی نظریۂ سماع وابلاغ پر عمل کرنے کے ایسے راہنما اصول (Guiding Principles) پتہ چلتے ہیں جو ہمیں نقصان سے بچاتے ہیں۔

اپنے آپ کی پہچان:

ہماری پہچان ہمارا مذہب ہے۔ ہمارا دشمن ہماری شناخت ہمارے مذہب سے کرتا ہے۔ ہمارا تمسخر اور استہزا اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے مذہب کو بدنام اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہماری تذلیل کی جائے، کسی ایک مسلمان کی "غلطی" کو تمام عالم کے مسلمانوں کی نمائندہ غلطی بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور پھر اس کا ذمہ دار دین اسلام کی تعلیمات کو زبردستی ٹھہرایا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس کبھی بھی کسی ایک عیسائی یا یہودی کی غلطی کو تمام عالم کے عیسائیوں یا یہودیوں کی نمائندہ غلطی نہیں بتایا جاتا نہ ہی اس کو کبھی عیسائی مذہب کی تعلیمات یا یہودی مذہب کی تعلیمات کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ یہ تمام کے تمام نفسیاتی حربے ہیں اور ان سب سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچانیں، اپنی شناخت یعنی اپنے مذہب کو پہچانیں اور اس کی بنیاد کو سمجھیں۔ دشمنوں اور مخالفین کی باتوں کی پروا کئے بغیر، ان سب باتوں کا ایک ہی جواب ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت حال میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا۔

ارشاد ہوا:

﴿وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾[1]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں کی باتوں سے آزردہ نہ ہونا (کیونکہ) عزت سب خدا ہی کی ہے۔ وہ (سب کچھ) سُنتا (اور) جانتا ہے۔

جب اس بات پر ہمارا یقین کامل ہوگیا تو نہ تو ہم کسی نفسیاتی دباؤ میں آئیں گے نہ بلا وجہ احساس کمتری محسوس کریں گے جو کہ ہمارا دشمن ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ نہ ہی ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہوگا۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾[2]

ترجمہ: جوکوئی عزت چاہتا ہو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کی۔

حضرت عمرؓ نے اس بنیادی اصول کو کیا خوب الفاظ میں بیان کیا ہے:

"نحن قوم أعزنا الله بالإسلام فمتى ابتغينا بغير الإسلام أذلنا الله"[3]

ترجمہ: ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ نے عزت ہمارے دینِ اسلام کی وجہ سے دی ہے اور جب بھی ہم نے اسلام کے علاوہ کہیں اور عزت تلاش کی تو اللہ ہمیں ذلیل کردے گا۔

یہی دنیا میں باعزت زندہ رہنے کا اصول ہے اور میڈیا کی دنیا کو بھی اس سے کوئی استثنا حاصل نہیں۔

میڈیا کی دنیا میں بطور مسلمان اگر کسی نے قدم رکھنا ہے، چاہے بطور سامع ہو یا کہ ناشر یہ نقطۂ آغاز ہے اور

1۔ یونس:65

2۔ فاطر:10

3۔ مجلۃ بحوث الاسلامیہ (23/ 215) حضرت عمرؓ کا یہ قول الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ مستدرک حاکم (جلد:1،ص 130) میں بھی موجود ہے۔

یہی انتہا ہے۔ یہی ہر بحث کی بنیاد ہے اور اس ہی کو یاد رکھنا ہے۔ کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لئے ہی ہے۔ یہی ہماری پہچان ہے اسی بات سے ہم اپنے آپ کو پہچان سکتے ہیں کیونکہ جیسے ہی ہم نے معاذ اللہ کسی اور کو عزت کا منبع سمجھا یا بنایا تو ہمارا قبلہ بگڑ جائے گا اور ہم بھٹکتے بھٹکتے کہیں سے کہیں نکل جائیں گے اور ہمیں خبر تک نہ ہوگی۔ کیونکہ عزت کے منبع کے ساتھ اتباع لازم وملزوم ہے۔ اور اتباع اور پیروی ہوگی تو مغلوبیت تو ہوگی ہی اگر ہمارے دل ودماغ میں عزت دین اسلام اور خالق حقیقی کی ہے تو ہماری عزت قائم ہے اگر غیر کی ہے تو مغلوبیت اور رسوائی ہمارا مقدر بن جائے گی۔

اپنے مخالف کو پہچانو:

ہمارے مخالف وہی ہیں جو ہمارے دین کے مخالف ہیں۔ چاہے وہ ہمارے دشمن بن کر سامنے آئیں یا ہمارے ہمدرد اور دوست بن کر۔ چاہے وہ وار خود کریں یا کسی دوسرے سے کروائیں۔ اور چاہے کوئی ہمارا اپنا انکا ایجنٹ بن کر ان کا کام آسان بنا رہا ہو یا ان کی مدد کر رہا ہو۔ سب ہمارے مخالف ہیں اور ان کا پہچاننا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ہم کو اپنے آپ کو جاننا ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾(۱)

ترجمہ: یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے، جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔ ورنہ اگر اس علم کے بعد جو

۱۔ البقرہ:120

[22

تمہارے پاس آ چکا ہے، تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا
کوئی دوست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں ہم کو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی بابت ایک اہم عملی تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ یہ یہودی اور نصاری یعنی اہل کتاب تم سے راضی ہو ہی نہیں سکتے۔ اہل کتاب کو آج کی دنیا میں اہل مغرب یا صرف مغرب سے با آسانی تعبیر کیا جاسکتا ہے قرآن نے اہل مغرب کی ہم سے راضی نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بتائی ہے کہ جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلو، ان کی اتباع نہ کرو، ان کی پیروی نہ کرو وہ تم سے راضی نہیں ہوں گے۔ قرآن نے تو ہمیں حتمی بات بتا ہی دی جس میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں، اس کی تصدیق صبح وشام بلکہ چوبیس گھنٹے مغربی میڈیا دیکھ کر ہوتی رہتی ہے۔ ایک نظریاتی جنگ ہے جو کہ نفسیاتی حربوں سے میڈیا کے میدان میں ہر وقت لڑی جا رہی ہے۔

ہر وقت کھلے بندوں مغربی اقدار (Western Values) کا پرچار ہو رہا ہوتا ہے جو کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہیں؟ کیونکہ مغربی اقدار تو معاشری، معاشی اور سماجی ضرورتوں کے سبب ہر پانچ دس سال بعد بدل جاتی ہیں۔ مثلاً ہم جنس پرستی جو عیسائیت اور یہودی مذہب میں کل تک گناہ تھا آج قانوناً جائز ہے حد تو حد موجودہ امریکی Anglican Church نے تو ایک ہم جنس پرست شخص بشپ بھی لگا دیا ہے۔(۱)

اسی طرح جسم فروشی جو نہ صرف جرم بلکہ گناہ سمجھا جاتا تھا آج ایک قانونی اور "باعزت" کاروبار ہے۔ یہ ہی حال اسقاطِ حمل کا ہے کہ جو عورت اسقاط حمل کراتی تھی اگر کیتھولک عیسائی ہو تو ان کے مذہب سے خارج سمجھی جاتی تھی آج یہ جائز ہو گیا ہے الغرض عیسائیوں اور یہودیوں کا مذہب لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ بلکہ لوگ، عوام الناس اسکی "راہ نمائی" کرتے رہتے ہیں اور وہ اپنی اور اپنے مذہب عیسائیت

۱۔ باضابطہ منتخب ہم جنس پرست بشپ کا نام Canon Gene Robinson ہے، مغربی تہذیب کی مذہبی ارتقا کی کہانی انٹرنیٹ پر تفصیل سے دیکھی جاسکتی ہے۔

کی ''اصلاح'' کرتے رہتے ہیں۔ جو مذاہب اپنی اصلاح نہیں کر سکتے وہ دوسرے کی کیا کریں گے؟ یہ ہمارے ان بھائیوں کے سوچنے کی باتیں ہیں جو مغرب سے کسی طور پر مرعوب ہیں اور ان کی خوشنودی یا کسی مجبوری کی خاطر ان کی اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو اس معاشرے کے مذہب کا حال ہے۔ یہی ان کی ملکی اور عالمی سیاست کا حال ہے کہ کوئی اصول حتمی نہیں، ہر چیز تغیر آشنا ہے، ہر چیز ارتقاء پذیر ہے حتیٰ کہ اسی ارتقاء اور تغیر کی دلدادہ اقوام نے اپنے اجداد کا بندر تک ہونا تسلیم کر لیا۔" ایسی اعلیٰ اقدار" کی، اقوام کی کیا پیروی؟ مغرب کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ" کوئی اصول نہیں ہے" صرف مفاد ہے اور بس۔ اس میں بھی سب سے مقدم مالی مفاد۔

اب ایسی اقوام کی کوشش وخواہش کہ ہم ان کی اتباع کریں اس کا کیا جواب ہونا چاہئے یہ ہم خود ہی سوچ لیں تو بہتر ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ (ا) میں صاف صاف تنبیہ موجود ہے کہ" کہہ دو ہدایت تو صرف اللہ کے پاس ہے اور راستہ تو بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔" قرآن کے ذریعہ اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اصل بات کا علم ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ ہمارا (Reference point) یعنی قبلہ ہے اور اسی ہی کو ہم نے تھامے رکھنا ہے۔ ہمارے لئے علم قرآن کافی ہے۔ میڈیا کی دنیا میں بھی اپنی سمت سیدھی رکھنے کے لئے یہی ہمارا رہبر، یہی ہمارا راہنما ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو مزید کھول کر اور بالکل واضح اور صاف صاف انداز میں مندرجہ ذیل آیات میں بیان فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا يَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا

ا۔ البقرہ:120

122

عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا
لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (118) هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا
يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا
عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
الصُّدُورِ (119) إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا
بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ
(120)﴾(۱)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے)۔ تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو، جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے، مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غیظ وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصّے میں آپ جل مرو، اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت

۱۔ آل عمران: 118-120 (لفظ ''بطانہ'' رازدار پر بولا جاتا ہے جس کا مادہ (ب۔ط۔ن) ہے یعنی ایسا دوست جس سے دل یا پیٹ کی بات کہی جاتی ہو۔ مراد ہے راز کی بات)

آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔

مذکورہ بالا آیات کی ہم کو بار بار تلاوت کرنے اور ترجمہ سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ مذکورہ بالا آیات کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھے۔ جو جس عالم دین کو زیادہ بہتر مانتا ہے اس کی تفسیر پڑھے جو جس فرقہ پر چل رہا ہے اپنے فرقے کے عالم دین کی تفسیر پڑھے۔

اس آیت کو پڑھ کر اور اہل مغرب کا جو چہرہ ہمیں میڈیا کے ذریعے نظر آتا ہے اس آیت کے ایک ایک لفظ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ میڈیا پر جس طرح اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کی جا رہی ہوتی ہے۔ جس طرح کے فتنے اور فساد برپا کرنے کی شبانہ روز کوششیں کی جا رہی ہوتی ہیں۔ جن الفاظ کا استعمال ہو رہا ہوتا ہے، جس جس طریقہ سے ہرزہ سرائی ہو رہی ہوتی ہے۔ جس طرح ہمارے نقصان پر خوش ہوا جاتا ہے۔ جس طرح ہمیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔ غرض ہر چیز پر، ہر جملہ، ہر ہر ادا اور ہر بات اس آیتِ مبارکہ کی تصدیق کر رہی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہم میں سے کچھ لوگ ان سے دوستی رکھنا چاہتے ہیں ان کو آنکھیں کھول لینی چاہئیں۔

مغربی میڈیا کا تو یہ حال ہے کہ اگر ہمیں کسی بات سے خوشی و راحت ہوتی ہے تو وہ اس کی بھی غیر متعصّبانہ رپورٹنگ نہیں کر سکتا۔ ان کو منہ کھولتے ہوئے تکلیف ہوتی نظر آ رہی ہوتی ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ اس میں سے بھی کوئی نہ کوئی برائی، یا کوتاہی کا پہلو نکل ہی آئے اگر کسی کو شائبہ ہو تو آزمائش شرط ہے

جو مسلمان انہیں اپنا دوست بناتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن پاک میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ

22

الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا﴾(۱)

ترجمہ: جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان کے ہاں عزت (حاصل) کرنا چاہتے ہیں؟ تو عزت سب خدا ہی کی ہے

قرآن کریم نے ایسے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے جو کفار کو صرف اس لئے دوست بنانا چاہتے ہیں کہ ان کو دنیاوی عزت مل جائے، چار پیسے کما لیں، کوئی انعام واکرام مل جائے۔ عالمی میڈیا پر تصویر یا انٹرویو آ جائے یا کوئی عہدہ وغیرہ مل جائے۔ تو ان کو جان لینا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے لئے ہے اور یہی ایک مسلمان کی شناخت ہے۔ اس لئے میڈیا کی دنیا کو بطور مسلمان سمجھیں یا اس میں کسی بھی حیثیت میں داخل ہونے سے پہلے چند اصول جنہیں سمجھنا ضروری ہے ان میں اولین یہ ہے کہ عزت صرف اللہ کی ہے۔ وہی ساری کی ساری عزت کا حق دار ہے اس کے بعد دوسرا اصول یہ ہے کہ چونکہ مندرجہ بالا پیراؤں میں ذکر ہوا کہ کافر اور اہل کتاب نہ ہمارے دوست ہیں، نہ ہو سکتے ہیں لہٰذا ان کو اپنا راز دار، قریبی دوست نہ سمجھنا چاہئے نہ ہی بنانا چاہیے۔

قرآن پاک میں جب یہ بتا دیا گیا کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ ہیں جو تمہاری تکلیف پر خوش ہوتے ہیں اور تمہیں خوشی ملنے پر ان کو دکھ ہوتا ہے۔ تم سے راضی ہو ہی نہیں سکتے جب تک تم ان کی اتباع نہ کرو، ان کے دلوں میں تمہارے لئے بغض ہے جس کا اظہار ان کی زبان سے بھی ہوتا رہتا ہے۔ ان سب باتوں کے بعد بھی اگر کوئی ان کو اپنا دوست بناتا ہے تو منطقی بات یہ ہی ہے کہ وہ ہمارے لئے ان ہی جیسا ہو گیا۔ لہٰذا ہمیں ایسے شخص کو انہی میں شمار کرنا چاہئے۔ ایسے چہرے گاہے بگاہے ہمیں ٹی وی پر نظر آتے رہتے ہیں۔ اور اکثر شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری کرتے نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے "دوست" رہنے کے لئے ان کی اتباع تو ضروری ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ النساء:139

122

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(۱)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

آخر یہ اسلام دشمن چاہتے کیا ہیں؟ درحقیقت یہ اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو کسی متبادل منصفانہ نظام کی بات کرتا ہے۔ دنیا سے اللہ کے نور کو اپنی باتوں سے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (32) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾(۲)

ترجمہ: یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

مذکورہ بالا صورت حال تو ہوگئی دشمنان اسلام کی لیکن اس سے بھی زیادہ ازلی ایک اور ہمارا دشمن ہے جس کی

۱۔ المائدہ:51

۲۔ التوبہ:32،33

دشمنی کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ تمام برائیوں کی جڑ تو وہی ہے جس کا نام شیطان ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾(۱)

ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔

اس آیت کے الفاظ نہایت غور طلب ہیں کہ شیطان ہمارا دشمن ہے تو ہمیں بھی اسے دشمن ہی سمجھنا چاہیے۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے۔ یہی حکم دنیا میں اس کے چیلوں پر بھی لاگو ہوتا ہے جو ہمارے دشمن ہیں تو ہمیں بھی انہیں اپنا دشمن ہی سمجھنا ہوگا۔ جہاں دوست سمجھا وہیں دنیا میں اور آخرت میں دھوکا کھایا اور نقصان اٹھایا۔

اپنی حالت خود بدلنا ہوگی:

میڈیا کی دنیا میں صحیح طریقہ سے قائم رہنے کے لئے دشمنوں کے وار سے محفوظ، شیطانی چالوں کو سمجھتے اور ان سے بچتے ہوئے اپنے لئے اپنی اور اپنی نسلوں کی اصلاح اور بہتری کے لئے اللہ اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے تو ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہمیں اپنی حالت خود ہی بدلنا ہوگی۔ کسی دوسری قوم یا مذہب سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ہمارے لئے میڈیا پر کلمہ خیر کہیں گے یا ہمارے اندر کوئی بھی ایسی مثبت تبدیلی لانے کی کوشش کریں گے جس سے ہم مضبوط ہو جائیں تو یہ خام خیالی ہوگی۔ جو کچھ کرنا ہے ہم نے خود کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾(۲)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

۱۔ فاطر:6

۲۔ الرعد:11

اگر ہم نے اپنے لئے کوئی ملکی یا بین الاقوامی خبر رساں ایجنسی یا ادارہ بنانا ہے تو خود بنانا ہے۔کوئی مغربی ملک یاNGO نہ ہمیں ایسا ادارہ بنا کر دے گی نہ فنڈ کرے گا اور کرے بھی تو کیوں؟

اگر ہم نے میڈیا میں اپنی موجودگی اپنے دین کے پیغام کو آگے پہنچانے کے لئے رکھنی ہے تو اس کے لئے خود ہی تعلیم حاصل کرنی ہوگی خود ہی محنت کرنا ہوگی خود ہی ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔کوئی غیر ہمارے منہ میں نوالہ نہیں ڈالے گا۔جو ہمارا دشمن ہے اور جسے ہم اپنا دشمن سمجھتے ہیں وہ ہمارے لئے کچھ نہیں کرے گا نہ اسے کرنا چاہیے۔

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اغیار ہمارا مذاق نہ اڑائیں ہمارا استہزا نہ کریں تو پہلے ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی عزت کرنی ہوگی ایک دوسرے کو کافر بنانے کی عادت ختم کرنا ہوگی۔ہم خود میڈیا پر مذاق بنیں گے تو دوسرے ہمارا مذاق ہی اڑائیں گے ۔اپنی عزت اپنے کردار اور گفتار سے خود ہی کرانا ہوگی۔کوئی دوسرا بلا وجہ یہ کارِ خیر سرانجام نہیں دے گا لہٰذا جو کچھ کرنا ہے ہم نے خود کرنا ہے اور ہمارے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ہماری نااہلی بھی ایک بڑی وجہ ہے۔

راہ نمائی اللہ کی کتاب سے لینی ہے:

دنیا اور آخرت میں راہنمائی کا ایک ہی ذریعہ ہے وہ ہے قرآن۔ ہمارے ہر مسئلے کا حل اور ہر مصیبت کا جواب قرآن میں ہے۔نورِ ہدایت قرآن ہے۔کوئی اگر عالم دین ہے اور اسے ہم اپنا رہبر سمجھتے ہیں تو محض اس لئے کہ وہ قرآن کا عالم ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔کوئی ہمارا دشمن ہے تو اس لئے کہ قرآن نے کہہ دیا ہے کہ یہ تمہارا دشمن ہے۔ ہمارا مقصدِ حیات قرآن میں ہے۔زندگی کیسے گزارنی ہے؟ معاملات کیسے رکھنے ہیں؟ دنیا میں کیسے رہنا ہے؟ ہر سوال کا جواب قرآن اور بس قرآن ہے اس ہی کی مدد سے جہادِ اکبر ممکن ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾(۱)

ترجمہ: پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ جہاد کبیر کرو۔

راہ نمائی بس قرآن سے۔ یہی اللہ کی رسی ہے اور اسی کو پکڑے رہنے میں ہماری نجات ہے۔ اسی پر ہم نے عمل کرنا ہے اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دینی ہے۔ یہ ہی ہمارا مقصدِ حیات ہے۔ اور یہی ہم سب مسلمانوں کا نقطۂ اتحاد ہے۔

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾(۲)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامتے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو۔

میڈیا کی دنیا میں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں، ہر بات کی راہ نمائی قرآن سے ہی لینی ہے۔ کیا جائز ہے کیا ناجائز؟ دعوتِ دین کیسے دینی ہے؟ مخالفت کس کی کرنی ہے؟ کتنی کرنی ہے؟ کیسے کرنی ہے؟ ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ کون دوست ہے کون دشمن ہے؟ علم وحکمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا، کسی دوسرے کے دین کو برا نہیں کہنا۔ اعلیٰ اخلاقی معیار پر قائم رہنا ہے۔ لہو حدیث سے دور رہنا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں ہمیں قرآن نے ہی بتائی ہیں۔ تمام رہنما اصول معلوم کرنے کے لئے ہم نے ہمیشہ قرآن کی ہی طرف دیکھتے رہنا ہے۔ قرآن کی تشریح حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کی زندہ جیتی جاگتی مثال اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

میڈیا کی دنیا میں اپنا وجود قائم رکھنے اور اس کے مثبت اثرات سے فائدہ اٹھانے اور مضر اور مہلک اثرات سے بطور مسلمان محفوظ رہنے کے لئے مندرجہ ذیل چار بنیادی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ الفرقان:52

۲۔ آل عمران:103

1) ہم اپنے آپ کو پہچانیں
2) ہم اپنے مخالف کو پہچانیں
3) جو کچھ کرنا ہے ہم نے خود ہی کرنا ہے
4) ہمارا راہ نما صرف قرآن ہے۔

جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی وبال یا مواقع:

ہماری دانست میں جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی اور اس پر کارفرما سوشل میڈیا کی مختلف اقسام اسلام کے لئے ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ یہ ہمیں اسلام کی تبلیغ کا انتہائی مؤثر ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی آمد اور اس کے عام استعمال سے شاید سب سے زیادہ فائدہ دینِ اسلام کو ہوا ہے۔ ہاں اس کے استعمال کو مزید مفید بنایا جاسکتا ہے اور اس کے مضر اثرات سے بچا جاسکتا ہے لیکن یہ جس صورت میں آج موجود ہے اور جس طریقہ سے استعمال کی جارہی ہے وہ دین اسلام اور مسلمانوں کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

مندرجہ ذیل چند امور ایسے ہیں جو اس ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہی ممکن ہوئے ہیں:

1) دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک دوسرے سے آزادانہ رابطہ جو کہ بصورت دیگر عملی مشکلات کے علاوہ مسلمان ممالک مجموعی طور پر کٹھ پتلی حکومتوں کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔
2) اسلام کے خلاف پراپیگنڈا جو کہ عالمی الیکٹرانک میڈیا اور ملکی میڈیا سے مل کر کیا جاتا تھا ہر آنے والے دن بے نقاب ہوتا جارہا ہے اور اپنا اثر کھوتا جارہا ہے۔ مغرب کے لئے جھوٹی کہانیاں اور قصے بنانا مشکل تر ہوتا جارہا ہے جھوٹ بے نقاب ہوتا جارہا ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ماضی قریب سے صرف دو مثالیں ایک عراق کی ابوغُریب جیل میں عراق کے نہتے مسلمانوں کے ساتھ امریکیوں کے انسانیت سوز بہیمانہ رویے کی روداد اور دوسرا ملالہ یوسف زئی کا سر میں کلاشنکوف کی گولی لگنے کے بعد بقائمِ ہوش وحواس ہیلی کاپٹر میں چل کر جانا اور چند ہفتوں میں معجزاتی

طور پر بالکل صحت یاب ہونا اور اس کی وہ عالمی اثرات کی حامل تحریک جو وہ پندرہ سال کی عمر میں ''سالہا سال'' سے چلا رہی تھی جس کے اثرات سوات میں تو نہیں لیکن ملکہ برطانیہ اور امریکی صدر تک پہنچ گئے اسے نوبل پرائز ملنے تک کی کہانی۔ اب تو روزانہ کی بنیادوں پر ایسی کئی خبروں کی حقیقت کھل کر سامنے آرہی ہوتی ہیں۔

3) لوگوں کو زبان مل گئی ہے۔ اسلام پر ایک ہی قسم کے بے بنیاد الزامات اپنا اثر زائل کرتے جا رہے ہیں۔ مثلاً: مغربی میڈیا کا عرصۂ دراز سے یہ تاثر کہ "مسلم دنیا میں عورت پر بڑا ظلم ہوتا ہے"، "تقریباً ہر مسلمان کی دو یا تین شادیاں ہوتی ہیں" وغیرہ وغیرہ اب ہر شخص کو زبان ملنے سے مغرب کی یہ تمام باتیں الٹا اثر دکھا رہی ہیں یعنی Counter Productive ہوگئی ہیں۔

4) اسلام اور مسلمانوں کے عقائد اور ان کے مذہبی جذبات کو طرح طرح سے تکلیف دینے کی قبیح کوشش نے مغرب کے عزائم کو کھول کر رکھ دیا ہے اور اس حوالے سے بھی مغرب بالکل ننگا ہو گیا ہے۔

5) مسلمانوں کو تبلیغ دین کے مؤثر اور دوررس ذرائع ہاتھ آ گئے ہیں۔

6) مغرب کے مظلوم طبقات کی آوازیں ان کی مظلوم خواتین اور نسلی اقلیتیں اور ان کے آپس کے مذہبی اور فرقہ وارانہ جھگڑے بھی منظر عام پر آنے لگ گئے ہیں۔ جنہیں پہلے کبھی عالمی مغربی میڈیا میں جگہ نہیں ملتی تھی۔

7) مغرب میں عیسائیت کے بدلتے ہوئے رنگ اور ان کے صدیوں پرانے عقائد کی فرسودگی، یہودیوں کی فلسطینیوں پر انسانیت سوز مظالم دنیا پر عیاں ہونے کا سبب یہ جدید ٹیکنالوجی ہی ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾(۱) اور ﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾(۲) کی سچائی واضح ہوتی جارہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مخالفین اسلام نے بھی اپنی کارروائیاں تیز تر کردی ہیں۔ وہی الزامات اور الزامات کی وجوہات جو پہلے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے لگائی جاتی تھیں، اب سوشل میڈیا پر بھی شدّ و مد کے ساتھ نظر آنے لگی ہیں۔ یہ کوئی نئی بات ہے، نہ ہی حیرت کی اور نہ ہی پریشانی کی۔ نئی اس لئے نہیں کہ یہ حرکتیں تو صدیوں سے جاری ہیں جیسا کہ کتاب کے دوسرے حصے میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ حیرت کی بات اس لئے نہیں کہ مخالف نے یا دشمن نے تو یہ سب کچھ کرنا ہی ہے اور پریشانی کی بات اس لئے نہیں کہ اب کسی حد تک برابری پر معقول جواب دیا جاسکتا ہے کیونکہ جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی نے دوطرفہ مکالمہ ممکن بنادیا ہے جو پہلے نہ تھا۔

لیکن اس کے عوامل اور اسباب سمجھنے ہوں گے۔ اس کی قباحتیں بھی جاننی ہوں گی اس کے علاوہ اس میدان میں کامیاب ہونے کے وہی اصول ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں قرآن نے ہمیں بتائے ہیں اور جن کا بیان اس کتاب کے مختلف حصوں میں کیا جاچکا ہے۔ یعنی:

1) بطور سامع ہم نے کیا کرنا ہے اور کن باتوں کا خیال رکھنا ہے۔ "مشتری ہوشیار باش" کا اصول سامنے رکھتے ہوئے خبر اور معلومات کی حسب ضرورت پڑتال کرنی ہے۔ جس میں دیگر امور کے ساتھ اس بات کا خیال بھی رکھنا ہے کہ خبر یا معلومات کب، کیسے اور کیوں دی جارہی ہے شامل ہیں۔

2) بطور ناشر ہم نے کیا کرنا ہے؟ کیونکہ سوشل میڈیا کو استعمال کرنے والے سب افراد کو کسی نہ کسی درجہ میں ناشر بھی ہوتے ہیں لہٰذا بحیثیت مسلمان ان تمام باتوں کا خیال رکھنا ہے جو ہمارا مذہب ہم پر عائد کرتا ہے جس کی راہنمائی قرآن وحدیث سے ہمیں ملتی ہے کہ:

۱۔ آل عمران:19، ترجمہ: اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

۲۔ الاسراء:81، ترجمہ: باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

- سنی سنائی بات بلاتحقیق آگے نہیں بڑھانی چاہئیں۔
- ہمارا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔ جبر اور جھگڑا کرنا نہیں ہے۔
- کسی کے مذہب کو گالی دینا جیسا کہ اہل مغرب عام طور پر کرتے ہیں اسلام میں ممنوع ہے۔
- کسی کے مذہب کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے، یہ اہل مغرب کا شیوہ ہے۔ دعوت دین حکمت سے دینی ہے۔
- سب کے مذہبی جذبات کا احترام لازمی ہے جس سے مغرب نا آشنا ہے۔

3) سوشل میڈیا نے ہم سب کو ناشر کے ساتھ ساتھ مبصر یا مکالمہ باز بھی بنا دیا ہے ہر شخص کے پاس یہ استطاعت ہے کہ وہ مختلف لوگوں سے مکالمہ بھی کر سکے لہٰذا مکالمہ کے وقت بھی ہماری کتاب قرآن اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت نے ہمیں مکالمہ کے اصول بھی بتا دیے ہیں۔ یعنی:

- فضول بحث نہیں کرنی۔
- جواب اتنا ہی دینا جتنا ضروری ہے۔
- جواب احسن طریقہ سے دینا ہے۔ اوچھا نہیں بن جانا۔
- جہاں مخاطب حد سے نکل جائے اور جہالت کی باتوں پر اتر آئے تو سلام کر کے اور بڑے وقار کے ساتھ کنارہ کش ہو جانا ہے۔
- لغو باتوں سے اعراض کرنا ہے۔
- ہمیشہ اعلیٰ اخلاقی مقام high moral ground پر رہنے کی کوشش کرنی ہے۔
- کسی بات کا جواب خود نہ آتا ہو تو کسی عالم دین سے مدد لینی ہے۔
- اپنے علماء دین کی قدر و تعظیم چاہے ان کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو، لازمی ہے۔ کہ اسلام کا ہر فرقہ اس کا ایک رنگ ہے اور ہر ایک کی کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہے جو اس کو باقیوں سے ممتاز کرتی ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بُرائی ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾(۱)

ترجمہ: جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔

رخنہ اندازی کا سدِّ باب:

جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کے سبب اسلام کے خلاف فتنہ انگیزی میں بھی جدّت اور تیزی آ گئی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی کئی قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ناشر اپنی شناخت با آسانی چھپا سکتا ہے جسے (Anonymity) کہتے ہیں۔ لہٰذا ناشر کے مخفی رہنے کی سہولت کے پیشِ نظر ہم کو internet پر اسلام سے متعلق بہت سی معلومات ایسی ملتی ہیں جو کسی مسلمان نے نشر یا شائع نہیں کی ہوتیں لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان نے شائع کی ہیں۔ لہٰذا اسلام کے نظریۂ سماع و ابلاغ کے ناشر کے لئے وضع کردہ اصولوں کے تحت یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ حکمت اور مہارت کے ساتھ ہم ان "معلومات" کی نشاندہی کریں تا کہ عام لوگ دھوکا نہ کھائیں اور اس بڑی رخنہ اندازی کا قولِ سدید کے ذریعے مقابلہ کریں تا کہ اس کا بجا طور سدّ باب کیا جا سکے۔

العروۃ الوثقیٰ:

جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی نے ہمارے آپس کے رابطے آسان بنا دیے ہیں اور اس کے ذریعے ہماری پہنچ اور رسد عالمی ہوگئی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ ہم عقیدہ اور ہم خیال لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں رکھیں۔ ایک دوسرے سے مضبوط تعلق رکھیں اور انٹرنیٹ کے ذریعے ایک دوسرے کی معلومات میں اضافہ کریں۔ ایک دوسرے کو تقویت پہنچائیں، ایک دوسرے کی اصلاح کریں اور باطل و اسلام دشمن نظریات و حرکات کا مل کر مقابلہ کریں۔ یوں ایک **العروۃ الوثقیٰ** (یعنی مضبوط حلقہ) کی

۱۔ المجادلہ:11

صورت ایک دوسرے سے جڑے رہیں۔

کچھ کمیاں دور کرنے کی اشد ضرورت ہے

میڈیا کیا ہے؟ اسکی کیا جہتیں ہیں؟ وہ کیسے اسلام کے خلاف استعمال ہو رہا ہے؟ اور کیسے اسلام کی تبلیغ کے کام آسکتا ہے؟ ہم کہاں کھڑے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہئے اور کن کن باتوں کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے یہ عنوانات تو ہم کتاب کے گزشتہ صفحات میں کچھ تفصیل سے اور کچھ اختصار سے بیان کر ہی چکے ہیں۔ اب ذیل میں چندان خامیوں کا ذکر کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں جو کہ درد دل رکھنے والے اکثر افراد کے منہ سے سنائی دیتی ہیں اور جن کا ذمہ دار بھی ہمارے علاوہ کوئی نہیں اور ہم نے ہی وہ دور کرنی ہیں۔

1) تعلیم کی کمی دور کرنے کی اشد ضرورت ہے خصوصاً انفارمیشن ٹیکنالوجی کے حوالے سے اگر ہمیں جدید ٹیکنالوجی کے دور میں زندہ رہنا ہے۔ کیونکہ آنے والے دور میں خواندگی کی تعریف ہی کمپیوٹر کے استعمال کے ساتھ منسلک ہو جائے گی۔ اور ویسے بھی آفاقی اصول بھی یہی ہے کہ جاہل اور عالم ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟

2) ہر مذہبی جماعت اور مذہبی گروہ یا مذہبی حلقہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک منظم میڈیا ونگ ہو اگر ٹی وی چینل نہ ہو سکے تو ایسا کوئی جامع ویب پورٹل یا ویب سائٹ ہو جہاں سے اس کے ماننے والے راہ نمائی کے لئے رجوع کر سکیں اور اپنے مذہبی عقائد اپنی مرضی کے مطابق رکھ سکیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

۱۔ الزمر:9

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾(۱)

ترجمہ: دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾(۲)

خلاصہ

- یہ فتنوں سے بھرا دور ہے دشمن ہر طرف سے اور ہر طرح کا وار کرنے سے نہیں کتراتا۔
- ہم نے اپنی حفاظت خود کرنی ہے۔
- اپنی عزت کا خیال خود رکھنا ہے۔
- **العروۃ الوثقی** کو تھامے رکھنا ہے۔ ہماری مضبوطی کا راز اس ہی میں پنہاں ہے۔
- مسلمان فرقہ واریت سے بلند ایک اکائی ہیں۔
- جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کو باقاعدہ اور منظم طریقے سے اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔
- اپنی بات دوسروں تک صحیح اور مؤثر انداز میں پہنچانے کے لئے اور رخنہ اندازیوں کو ختم کرنے کے لئے باری تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۱۔ البقرہ:256

۲۔ یٰس:17، ترجمہ: اور ہم پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اختتامیہ



کہا جاتا ہے کہ ایک تصویر ایک ہزار الفاظ کے برابر ہوتی ہے لیکن بعض تصاویر اس سے بھی زیادہ پر اثر ہوتی ہیں اور جو تصویر(۱) سامنے کے صفحہ پر لگائی گئی ہے وہ الفاظ اور جذبات کی کئی جلدیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

یہ ایک Gerald نامی ہسپانوی عیسائی کمانڈر کے مجسمے کی تصویر ہے جس کا انتقال 1173ء میں ہوا۔ یہ مجسمہ آج بھی اپنی پوری شان وشوکت سے پرتگال (جو کہ کبھی اندولوسہ کا حصہ ہوتا تھا) کے ایک چھوٹے سے شہر Evora میں استادہ ہے۔ یہ شخص اسپین کی مشہور عیسائی تحریک (Reconquista of Spain)(یعنی اسپین کے جزیرہ نما کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کرانے اور اسے دوبارہ عیسائی تسلط میں لینے کی تحریک کا نام ہے) کا ایک مشہور سپاہی تھا جو کہ اپنی سفاکی اور درندگی کی وجہ سے آج بھی عیسائی دنیا میں ایک قومی ہیرو کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اس مجسمے کے ساتھ دو مسلمانوں کے کٹے سر بھی ہیں ایک اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں فخر سے اٹھا رکھا ہے اور دوسرا اس کے پاؤں میں مٹی میں روندا ہوا پڑا ہے۔

Reconquista تحریک کی داستان صدیوں پر محیط ہے جو کہ یورپ کے عیسائیوں نے مذہبی بنیادوں پر مسلمانوں کے خلاف چلائی اور مسلم عیسائی کشمکش کی تاریخ میں شاید عیسائیوں کا سب سے زیادہ درخشاں اور مسلمانوں کا عبرت ناک باب ہے۔ ویسے تو اس لڑائی میں عیسائیوں نے عسکری، معاشی، معاشرتی اور

۱۔ ملاحظہ ہو:

https://en.wikipedia.org/wiki/Gerald_the_Fearless#/media/File:GeraldoGeraldesSemPavor.jpg

نفسیاتی ہر حربہ اپنایا لیکن میڈیا اور نفسیاتی جنگ کے حوالے سے ایک نفسیاتی حربہ اس کتاب کے حوالے سے قابل ذکر ہے اور جس کا حوالہ ہماری عصری تاریخ میں بھی اہمیت کا حامل ہے۔ اسپین کے عیسائی پادریوں (۱) نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت توہین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ شروع کیا جس کے تحت کوئی ایک جذباتی عیسائی کسی قصبے یا شہر کے مرکزی بازار میں کھڑا ہو کر شان رسالت میں گستاخی کی جرأت کرتا نتیجتاً ارد گرد کے مسلمان اسے مارتے اور پھر اس واقعے کو بنیاد بنا کر عیسائی پادری، عیسائی آبادی کے جذبات سے کھیلتے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کے بیج بوئے جاتے کہ مسلمان وحشی اور ظالم ہیں یوں اس تحریک کو تقویت ملتی جاتی۔ جیسے آج کے دور میں فرانس میں Charlie Habdo کبھی ڈنمارک میں کارٹون کبھی برطانیہ میں سلمان رشدی وغیرہ آزادئ اظہار رائے کے نام پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلتے ہیں اور اس پر مسلمانوں کے ردعمل کو پرتشدد، آزادی اظہار پر قدغن سے تعبیر کرتے ہیں اور یوں عام عیسائی آبادیوں میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت اور خوف کے جذبات کے بیج بوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس تحریک کا انجام یہ ہوا کہ 750 برس اس جزیرہ نما (اسپین) پر حکومت کرنے کے بعد وہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان تک بھی مٹ گیا۔اس تحریک کو اسپین کی تاریخ میں Martyr of Cordoba کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔

کئی سو برس اسپین میں حکومت کرنے کے باوجود مسلمانوں کی وہاں سے بے دخلی کے متعدد اسباب ہیں جن میں اسلام کے اصولوں سے دوری، اخلاقی اور مالیاتی بدحالی کے ساتھ ساتھ اس وقت کی جدید ٹیکنالوجی سے دوری، نسلی اور فقہی بنیادوں پر آپس میں لڑائی، شادی بیاہ اور قریبی رفاقت میں اپنے اور غیر کی تمیز کا

ا۔ جس پادری نے اس تحریک کا آغاز کیا اسکا نام Eulogius of Cordoba (متوفی 859ء) تھا مزید تفصیل کے لئے دیکھیں:

History of Arabs, Philip K Hitti, Macmillan International college, edition 10th, page:516

فرق ختم ہونا اور سب سے بڑھ کر مخالفین کے نفسیاتی جنگی حربوں کو نہ سمجھنا شامل ہے۔

ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں! اور اگر وہیں کھڑے رہے تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ Gerald کا یہ مجسمہ بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

وماعلینا الا البلاغ

کتابیات

1. القرآن الکریم

البقرۃ:120، البقرۃ:120، البقرۃ:13، البقرۃ:208، البقرۃ:212، البقرۃ:256، البقرۃ:99، البقرۃ:256، آل عمران:103، آل عمران:118-120، آل عمران:19، آل عمران، 3:118، آل عمران، 3:138، النساء:139، النساء:150، 151، النساء:51، النساء:60، النساء:9، المائدۃ:41، المائدۃ:41، المائدۃ:41-42، المائدۃ:42، المائدۃ:51، المائدۃ:80، 81، الانعام:108، الانعام:108، الانعام:67، الانعام:10، الاعراف:116، الاعراف:101، الانفال:36، التوبۃ:67، التوبۃ:32، 33، التوبۃ:47، التوبۃ:65، التوبۃ:65، التوبۃ:65، یونس:65، ہود:38، الرعد:11، الحجر:11، الحجر:13، الحجر:15، النحل:125، النحل، 16:39، النحل، 16:44، النحل، 16:43، 44، النحل، 16:44، الاسراء:101، الاسراء:16، الاسراء:47، الاسراء:81، الاسراء:81،۔ الکہف:56، الکہف:94، الانبیاء:3، الانبیاء:74، المؤمنون:110، المؤمنون:24، المؤمنون:96، النور:19، الفرقان:43، الفرقان:52، الفرقان:63، الفرقان:72، الفرقان:8، الشعراء:153، الشعراء:153، الشعراء:185، النمل:4، العنکبوت:18، الروم:60، لقمان:6، السجدۃ:18، الاحزاب:4، فاطر:10، فاطر:6، فاطر:8، یس:17، الصافات:12، ص:63، الزمر:9، فصلت:26، فصلت:33-36، الزخرف:13، الزخرف:32، الزخرف:54، الزخرف، 43:62، الزخرف، 43:63، الدخان:14، محمد:30، الحجرات:11، الحجرات:6، ق:45، الذاریات:52، الذاریات:55، الطور:29، المجادلۃ:11، المجادلۃ:14، المجادلۃ:14-19، المجادلۃ:22، الحشر:19، الملک، 67:26، القلم:4، القیامۃ، 75:19،

2. الاتقان في علوم القرآن، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ)، المحقق: محمد أبو الفضل إبراہیم، الناشر: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، الطبعۃ: 1394ھ

3. اسباب نزول القرآن، المؤلف: أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسا بوري، الشافعي (المتوفى:468ھ) المحقق: كمال بسيوني زغلول، الناشر: دارالی تب العلمی -بیروت

4. تفسير القرآن العظيم (ابن کثیر) المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774ھ) المحقق: محمد حسين شمس الدين، الناشر: دار الكتب العلمية ،منشورات محمد علي بيضون بیروت الطبع: الاولی-1419ھ

5. تفسیر انوار القرآن، مولانا عاشق الٰہی مدنی، دارالاشاعت کراچی

6. تفسیر تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی

7. تفسیر تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

8. تفسیر ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

9. تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

10. تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع، مکتبہ معارف القرآن کراچی

11. تفسیر نمونہ، زیر سرپرستی: استاد آیت اللہ العظمی ناصر مکارم شیرازی، مترجم سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ

12. الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبوعبدالله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة (مصور باضافة عن السلطانية باضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، 1422ھ

13. الجامع لاحكام القرآن =تفسير القرطبي، المؤلف: أبوعبد الله محمد بن أحمد بن أبي بن فرح الانصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671ھ)، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الناشر: دار الكتب المصرية القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384ھ

14. الدر المنثور، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ)، الناشر: دار الفكر

بیروت
15. سنن ابي داود، المؤلف: أبوداودسليمان بن الاشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِستاني (المتوفى:275ھ)،المحقق: محمد محيي الدين عبدالحميد ،الناشر:المكتبة العصرية،صيدا بيروت
16. صحيح مسلم؛المسندا لصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم،المؤلف: مسلم بن الحجاج أبوالحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261ھ)المحقق: محمد فؤادعبدالباقي،الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت
17. لغات القرآن ازمولانا محمد عبدالرشید نعمانی،مکتبہ حسن سہیل،لاہور
18. مترادفات القرآن،ازمولانا عبدالرحمٰن کیلانی،مکتبۃ الاسلام،لاہور
19. مجلة البحوث الاسلامية،مجلة البحوث ال إسلامية-مجلة دورية تصدرعن الرسة العامه لادارات البحوث العلميه والافتاءوالدعوة والارشاد
20. المستدرک علی الصحيحين ،المؤلف: أبوعبدالله الحاكم محمد بن عبدالله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405ھ)،تحقيق: مصطفى عبدالقادرعطا،الناشر: دار الكتب العلمية بيروت،الطبعة:الاولى،1411-1990
21. المفردات في غريب القرآن، المؤلف: أبوالقاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الاصفى (المتوفى: 502ھ)،محقق:صفوان عدنان الداودي،ناشر: دارالقلم،الدارالشاميه-دمشق بيروت،الطبعة: الأولى -1412ھ
22. المنجد،لویس معلوف،مترجم:ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی،طبع:خزینہ علم وادب لاہور۔